سہ ماہی

اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۶ء

شمارہ نمبر 4

اسماعیل

واقفین نو کا تعلیمی و تربیتی رسالہ

”وقفِ نَو جیسا کہ میں نے کہا بڑے **سپیشل** ہیں لیکن
سپیشل ہونے کے لئے ان کو ثابت کرنا ہو گا“

”اگر تو یہ باتیں اور تمام وہ باتیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں یہ سب
کرنے والے ہیں اور وہ تمام باتیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں
اور ان سے اس نے روکا ہے اس سے رکنے والے ہیں تو یقیناً
سپیشل بلکہ بہت سپیشل ہیں ورنہ آپ میں اور دوسروں میں
کوئی فرق نہیں ہے۔“

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 28/ اکتوبر 2016ء
بمقام مسجد بیت الاسلام، ٹورانٹو، کینیڈا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ''سپیشل'' بننے کے لئے واقفین نو کو زریں نصائح

''وقفِ نَو جیسا کہ میں نے کہا بڑے **سپیشل** ہیں لیکن سپیشل ہونے کے لئے ان کو ثابت کرنا ہو گا۔ کیا ثابت کرنا ہو گا؟ کہ وہ خدا تعالیٰ سے **تعلق میں دوسروں سے بڑھے ہوئے ہیں** تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔ ان میں **خوف خدا دوسروں سے زیادہ ہے** تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔ ان کی **عبادتوں کے معیار دوسروں سے بہت بلند ہیں** تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔ وہ **فرض نمازوں کے ساتھ نوافل بھی ادا کرنے والے ہیں** تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔ ان کے **عمومی اخلاق کا معیار انتہائی اعلیٰ درجہ کا ہے**۔ یہ ایک نشانی ہے سپیشل ہونے کی۔ ان کی **بول چال، بات چیت میں دوسروں کے مقابلے میں بہت فرق ہے**۔ واضح پتا لگتا ہے کہ **خالص تربیت یافتہ اور دین کو دنیا پر ہر حالت میں مقدم کرنے والا شخص ہے** تب سپیشل ہوں گے۔ لڑکیاں ہیں تو ان کا لباس اور پردہ **صحیح اسلامی تعلیم کا نمونہ ہے** جسے دوسرے لوگ بھی دیکھ کر رشک کرنے والے ہوں اور یہ کہنے والے ہوں کہ واقعی اس ماحول میں رہتے ہوئے بھی ان کے لباس اور پردہ ایک غیر معمولی نمونہ ہے تب سپیشل ہوں گی۔ لڑکے ہیں تو ان کی **نظریں حیا کی وجہ سے نیچے جھکی ہوئی ہوں** نہ کہ ادھر ادھر غلط کاموں کی طرف دیکھنے والی تب سپیشل ہوں گے۔ انٹرنیٹ اور دوسری چیزوں پر لغویات دیکھنے کی بجائے **وہ وقت دین کا علم حاصل کرنے کے لئے صرف کرنے والے ہوں** تو تب سپیشل ہوں گے۔ لڑکوں کے **حلیے دوسروں سے انہیں ممتاز کرنے والے ہوں** تو تب سپیشل ہوں گے۔ وقفِ نَو لڑکے اور لڑکیاں **روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے اور اس کے احکامات کی تلاش کر کے اس پر عمل کرنے والے ہوں** تو پھر سپیشل کہلا سکتے ہیں۔ **ذیلی تنظیموں اور جماعتی پروگراموں میں دوسروں سے بڑھ کر** اور باقاعدہ حصہ لینے والے ہیں تو پھر سپیشل ہیں۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک **اور ان کے لئے دعاؤں میں اپنے دوسرے بہن بھائیوں سے بڑھے ہوئے ہیں** تو یہ ایک خصوصیت ہے۔ **رشتوں کے وقت لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی دنیا دیکھنے کی بجائے دین دیکھنے والے ہیں اور پھر وہ رشتے نبھانے والے بھی ہیں** تو تب کہہ سکتے ہیں کہ ہم خالصۃً دینی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپنے رشتے نبھانے والے ہیں تو سپیشل کہلائیں گے۔ **ان میں برداشت کا مادہ دوسروں سے زیادہ ہے، لڑائی جھگڑا اور فتنہ و فساد کی صورت میں اس سے بچنے والے ہیں بلکہ صلح کروانے والے** ہیں تو سپیشل ہیں۔ **تبلیغ کے میدان میں سب سے آگے آ کر اس فریضہ کو سرانجام دینے والے ہیں** تب سپیشل ہیں۔ **خلافت کی اطاعت اور اس کے فیصلوں پر عمل میں صف اول میں ہیں** تو سپیشل ہیں۔ **دوسروں سے زیادہ سخت جان اور قربانیاں کرنے والے ہیں** تو بالکل سپیشل ہیں۔ **عاجزی اور بے نفسی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں، تکبر سے نفرت اور اس کے خلاف جہاد کرنے والے ہیں** تو بڑے سپیشل ہیں۔ **ایم ٹی اے پر میرے خطبے سننے والے اور میرے ہر پروگرام کو دیکھنے والے ہیں تاکہ ان کو رہنمائی ملتی رہے** تو بڑے سپیشل ہیں۔''

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 28/ اکتوبر 2016ء

بمقام مسجد بیت الاسلام، ٹورانٹو، کینیڈا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مندرجات

اکتوبر-دسمبر 2016ء

☆......☆......☆

رابطہ کے لئے

editorurdu@ismaelmagazine.org
Waqf-e-Nau Central Department
22 Deer Park Road
London SW19 3TL
UK
Tel: +44 (0)20 8544 7633
Fax: +44 (0)20 8544 7643

قال اللہ تعالیٰ

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾

(سورۃ التوبۃ:122)

ترجمہ:

مومنوں کے لئے ممکن نہیں کہ وہ تمام کے تمام اکٹھے نکل کھڑے ہوں۔ پس ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان کے ہر فرقہ میں سے ایک گروہ نکل کھڑا ہوتا کہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو خبر دار کریں جب وہ ان کی طرف واپس لوٹیں تاکہ شاید وہ (ہلاکت سے) بچ جائیں۔

تفسیر:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"یعنی ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو **تفقّہ فی الدین** کریں یعنی جو دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے اس میں تفقہ کرسکیں۔ یہ نہیں کہ طوطے کی طرح یاد ہو اور اس میں غور و فکر کی مطلق عادت اور مذاق ہی نہ ہو۔ اس سے وہ غرض حاصل نہیں ہوسکتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے...... لیکن چونکہ سب کے سب ایسے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہ نہیں فرمایا کہ سب کے سب ایسے ہوجائیں بلکہ یہ فرمایا کہ ہر جماعت اور گروہ میں سے ایک ایک آدمی ہو اور گویا ایک جماعت ایسے لوگوں کی ہونی چاہئے جو تبلیغ اور اشاعت کا کام کرسکیں۔ اس لئے بھی کہ ہر شخص ایسی طبیعت اور مذاق کا نہیں ہوتا۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 598۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"آپ میں سے وہ جو پندرہ سال یا پندرہ سال سے زائد عمر کے ہیں اَب اپنے مستقبل اور اپنے کیریئر کے انتخاب کے بارہ سوچنے لگ جائیں گے۔ یقیناً آپ کو وہ شعبے اختیار کرنے چاہئیں جو آپ کی دلچسپی کے ہیں۔ لیکن مَیں آپ میں سے زیادہ سے زیادہ کو تاکید کروں گا کہ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے درخواست دینے پر غور کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں دنیا بھر میں مبلغین کی اشد ضرورت ہے۔"

(خطاب بر موقع نیشنل وقفِ نَو اجتماع یو کے 28 فروری 2016ء)

☆......☆......☆

قال الرّسول صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ ؒ فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَ رَأَيْتُ حَلْقَةً عَظِيْمَةً فَقُلْتُ لِاَبِيْ: حَلْقَةُ مَنْ هٰذِهٖ؟ فَقَالَ: حَلْقَةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَزْءِ الزُّبَيْدِيِّ ؓ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ تَفَقَّهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ كَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى هَمَّهٗ وَ رَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (مأخوذ من شرح مسند ابی حنیفة الجزء 1صفحه 585)

ترجمہ:

حضرت ابوحنیفہؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو لوگوں کا ایک بڑا مجمع دیکھا۔میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ لوگ کس کے گرد اکٹھے ہیں۔میرے والد نے بتایا کہ یہ حلقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبداللہ بن جزء الزبیدیؓ کا ہے۔یہ سن کر میں ان کی طرف بڑھا تو انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو اپنے اندر تَفَقُّہ فی الدین پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہم وغم کا خود متکفل ہو جاتا ہے اور اس کے لئے ایسی ایسی جگہوں سے رزق کے سامان مہیا کرتا ہے کہ جس کا اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔

☆......☆......☆

کلام الامام۔امام الکلام

اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کریں

"اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مَر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذّت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔" (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرے۔ مَیں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کر دی اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں، تو اُن کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔

یادرکھو کہ یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے، بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے۔...... مَیں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے مَیں نے اس راحت اور لذّت سے حظّ اٹھایا ہے۔ یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کے لئے اگر مَر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذّت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔

پس مَیں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے، بلکہ تکلیف اور دُکھ ہوگا تب بھی مَیں اسلام کی خدمت سے رُک نہیں سکتا، اس لئے مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دُوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اُسے سُنے یا نہ سُنے! اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیّبہ یا اَبدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اُس کی رُوح بول اُٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ (البقرۃ:132)" (مَیں تو تمام جہانوں کے ربّ کے لئے فرمانبردار ہو چکا ہوں۔ناقل)

"جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مَرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔

پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف مَیں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اِس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 369-370، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

لبّیک یا سیّدی

پیارے واقفینِ نَو !

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ اور دنیا کے سامنے اسلام کا حقیقی چہرہ دکھانے کے لئے کوشاں ہے۔ ایک طرف جماعت احمدیہ لوگوں کو واحد و یگانہ خدا کی عبادت کرنے کی طرف راغب کر رہی ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو راحت و آرام پہنچانے کے لئے اور اُن کی تکلیفوں کو دُور کرنے کے لئے اُن کی خدمت کر رہی ہے۔ ان دونوں کاموں کے لئے واقفین کی اشدّ ضرورت ہے۔ آپ اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ آپ کی پیدائش سے قبل ہی آپ کے والدین نے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا تھا تا کہ آپ بھی مندرجہ بالا کاموں میں صف اوّل کے خدام ٹھہریں۔ آپ کو چاہئے کہ آپ اپنے والدین کی اس خواہش کو پورا کرتے ہوئے اپنے وقف کو نبھائیں اور جماعت کے لئے ایک مفید وجو ثابت ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 28/اکتوبر 2016ء میں واقفین نَو کو نہایت اہم نصائح فرمائی تھیں۔ اس خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بتایا تھا کہ اگر آپ سپیشل ہیں تو پھر ایک سپیشل واقفِ نَو کون ہوتا ہے۔ اس شمارہ میں ہم اس خطبہ جمعہ کا مکمل متن شامل کر رہے ہیں تا کہ ہم واقفینِ نَو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زرّیں ہدایات کو بار بار پڑھیں جو حضور انور نے ایک حقیقی واقف نو اور واقفِ زندگی سے متعلق کی ہیں اور اپنے اندر وہ اخلاق پیدا کریں کہ ہمارے پیارے آقا کی خوشنودی ہی ہمیشہ ہمارا نصب العین ٹھہرے اور آقا کی ہر آواز پر لبّیک یا سیّدی ہی ہمارا نعرہ ہو۔ کیونکہ ''تم یقیناً خاص ہو''!

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ان نصائح کو اشعار میں بھی ڈھالا گیا ہے جو ہم صفحہ نمبر 32 پر شائع کر رہے ہیں۔

''اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک خاص واقف نَو کی خصوصیات کا حامل بنائے۔ آمین۔

☆......☆......☆

تمام احمدیوں بالخصوص وقفِ نَو بچے، بچیوں اور ان کے والدین کو نہایت اہم نصائح پر مشتمل

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ

فرمودہ مورخہ 28/ اکتوبر 2016ء بمطابق 28/ اخاء 1395 ہجری شمسی

بمقام مسجد بیت الاسلام، ٹورانٹو، کینیڈا

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ- اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں بچوں کو وقف کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ روزانہ مجھے والدین کے خط ملتے ہیں۔ بعض دنوں میں ان کی تعداد بیس پچیس ہو جاتی ہے جس میں ماں باپ اپنے ہونے والے بچوں کو وقفِ نو میں شامل کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جب یہ تحریک فرمائی تھی، پہلے مستقل نہیں تھی پھر آپ نے اسے مستقل کر دیا اور جماعت نے بھی خاص طور پر ماؤں نے اس پر ہر ملک میں لبیک کہا۔ آج سے بارہ تیرہ سال پہلے جماعت کی جو اس طرف توجہ ہوئی تھی اس کی وجہ سے جو تعداد واقفین نو کی 28000 سے اوپر تھی اب یہ تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے 61000 کے قریب پہنچ چکی ہے جس میں سے چھتیس ہزار سے اوپر لڑکے ہیں اور باقی لڑکیاں۔ گویا وقت کے ساتھ ساتھ یہ رجحان بڑھ رہا ہے کہ ہم نے اپنے بچوں کو پیدائش سے پہلے وقف کرنا ہے۔

لیکن صرف بچوں کو وقف کے لئے پیش کرنے سے ماں باپ کی ذمہ داریاں ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہیں۔ بیشک ایک احمدی بچے کی تربیت والدین پر ہے اور والدین اپنے بچے کی بہتری ہی چاہتے ہیں۔ اس کی دنیاوی تعلیم بھی چاہتے ہیں۔ تربیت بھی چاہتے ہیں۔ دینی تعلیم بھی چاہتے ہیں اگر وہ دینی رجحان رکھنے والے والدین ہیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہر بچہ اور خاص طور پر وقفِ نو بچہ ان کے پاس جماعت کی امانت ہے جس کی تربیت اور اسے جماعت اور معاشرے کا بہترین حصہ بنانا والدین کا فرض ہے لیکن واقفین نو بچوں کی تربیت ان کی دینی اور دنیاوی تعلیم پر خاص توجہ اور انہیں بہتر طور پر تیار کر کے جماعت کو دینا اس لحاظ سے بھی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ پیدائش سے پہلے ماں باپ یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم جو کچھ بھی ہمارے ہاں پیدا ہونے والا ہے، لڑکا ہے یا لڑکی اسے خدا کے لئے، اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے مشن کی تکمیل کے لئے جو تکمیل اشاعت ہدایت کا مشن ہے، جو اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کا مشن ہے، جو خدا تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی طرف دنیا کو توجہ دلانے کا مشن ہے، جو ایک دوسرے کا حق ادا کرنے کی اسلامی تعلیم دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کا مشن ہے، اس کے لئے پیش کرتے ہیں۔

پس یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے جو وقفِ نو بچوں کے والدین خاص طور پر ماں اپنے ہونے والے بچے کی پیدائش سے پہلے خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد کرتے ہوئے پیش کرتی ہے اور خلیفہ وقت کو لکھتے ہیں کہ ہم حضرت مریم کی ماں کی طرح اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتے ہوئے اپنے بچے کو وقفِ نو سکیم میں پیش کر رہے ہیں کہ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ(آل عمران:36) کہ اے میرے رب! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں تیرے لئے پیش کر رہی ہوں۔ یہ تو مجھے نہیں پتا کہ کیا ہے، لڑکا ہے یا لڑکی لیکن جو بھی ہے میری خواہش ہے میری دعا ہے کہ یہ دین کا خادم بنے۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ۔ میری اس خواہش اور دعا کو قبول فرما اور اسے قبول فرما لے۔ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پس میری عاجزانہ دعا بھی سن لے۔ تجھے علم ہے کہ یہ دعا میرے دل کی آواز ہے۔ یہ بچے کی ماؤں کی خواہش ہوتی ہے وقف سے پہلے اور ہونی چاہئے ایک احمدی ماں کی جب وہ اپنے بچے کو وقفِ نو کے لئے پیش کرتی ہے اور اس میں باپ بھی شامل ہے۔

پس جب یہ دعا وقفِ نو میں شامل کرنے والے بچے کی ماں کرتی ہے تو ان ذمہ داریوں کا بھی احساس رہنا چاہئے جو اس عہد کے نبھانے اور اس دعا کے قبول ہونے کے لئے ماؤں پر بھی اور باپوں پر بھی عائد ہوتی ہیں۔ وقفِ نو میں بچہ ماں اور باپ دونوں کی رضامندی سے پیش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قرآن کریم میں محفوظ اس لئے نہیں فرمائی کہ پرانے زمانے کا ایک قصہ سنانا

مقصود تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کو یہ دعا اس قدر پسند آئی اور اسے اس لئے محفوظ فرمایا کہ آئندہ آنے والی مائیں بھی یہ دعا کر کے اپنے بچوں کو دین کی خاطر غیر معمولی قربانیاں کرنے والا بنائیں۔ گو کہ ہر مومن دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرتا ہے لیکن وقف کرنے والے ان معیاروں کی انتہاؤں کو چھونے والے ہونے چاہئیں۔

پس جب ابتدا سے مائیں اور باپ اپنے بچوں کے ذہنوں میں ڈالیں گے کہ تم وقف ہو اور ہم نے تمہیں خالصۃً دین کی خدمت کے لئے وقف کیا تھا اور یہی تمہاری زندگی کا مقصد ہونا چاہئے اور ساتھ ہی دعائیں بھی کر رہے ہوں گے تو پھر بچے اس سوچ کے ساتھ پروان چڑھیں گے کہ انہوں نے دین کی خدمت کرنی ہے۔ اس سوچ کے ساتھ پروان نہیں چڑھیں گے کہ ہم نے بزنس مین بننا ہے، ہم نے کھلاڑی بننا ہے، ہم نے فلاں شعبہ میں جانا ہے، ہم نے فلاں شعبہ میں جانا ہے، بلکہ ان کی طرف سے یہ سوال کیا جائے گا کہ میں وقف نو ہوں مجھے جماعت بتائے، مجھے خلیفۂ وقت بتائے کہ میں کس شعبہ میں جاؤں۔ مجھے اب دنیا سے کوئی غرض نہیں۔

جو عہد میری ماں نے پیدائش سے پہلے کیا تھا اور جو دعائیں اس نے میری پیدائش سے پہلے مانگی تھیں اور پھر میری تربیت ایسے رنگ میں کی کہ میں دنیا کی بجائے دین کو تلاش کروں میری یہ خوش قسمتی ہے کہ میری ماں کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے سنا اور میری ماں کی کوششوں کو جو اس نے میری تربیت کے لئے کیں اللہ تعالیٰ نے پھل لگایا۔ اب میں بغیر کسی دنیاوی لالچ اور خواہش کے صرف اور صرف دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتا ہوں۔

اس سوچ کا اظہار پہلے تو واقفین نَو کو اپنے وقف کی تجدید کرتے ہوئے پندرہ سال کی عمر میں کرنا ضروری ہے۔

اس کے لئے میں نے متعلقہ انتظامیہ جو ہے ان کو ہدایت بھی کی ہوئی ہے کہ

پندرہ سال کی عمر میں باقاعدہ تحریری طور پر ان سے لیں کہ وہ وقف کو جاری رکھیں گے یا جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر بیس اکیس سال کی عمر میں جب پڑھائی سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ان سب کے لئے ضروری ہے جو جامعہ میں داخل نہیں ہوئے کہ وہ اس بونڈ (Bond) کو دوبارہ لکھیں۔ پھر اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ کسی شعبہ میں کچھ تربیت لے لو تو پھر دوبارہ تحریر کریں۔ گویا کہ ہر مرحلے پر وقف نَو کو خود اپنی دلی خواہش کے مطابق اپنے وقف کو قائم رکھنے کا اظہار کرنا چاہئے۔

اس بارے میں جیسا کہ میں نے کہا میں پہلے تفصیلاً کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں۔ کسی وقف نَو بچے کی یہ سوچ نہیں ہونی چاہئے کہ ہم نے اگر وقف کیا تو ہم دنیاوی طور پر کس طرح گزارہ کریں گے یا یہ وسوسہ دل میں پیدا ہو جائے کہ ہم ماں باپ کی مالی خدمت کس طرح کریں گے یا جسمانی طور پر خدمت کس طرح کریں گے۔ گزشتہ دنوں میری یہاں واقفین نَو کے ساتھ کلاس تھی تو ایک لڑکے نے یہ سوال کیا کہ اگر ہم وقف کر کے جماعت کو ہمہ وقت اپنی خدمات پیش کر دیں تو ہم اپنے والدین کی مالی یا جسمانی یا عمومی خدمت کس طرح کر سکیں گے۔ یہ سوال پیدا ہونا اس بات کا اظہار ہے کہ ماں باپ نے بچپن سے اپنے واقفین نَو بچوں کے دل میں یہ بات بٹھائی ہی نہیں کہ تمہیں ہم نے وقف کر دیا ہے اور اب تم ہمارے پاس صرف اور صرف جماعت کی امانت ہو۔ دوسرے بہن بھائی ہماری خدمت کر لیں گے۔ تم نے صرف اپنے آپ کو خلیفۂ وقت کو پیش کر دینا ہے اور اس کے حکموں کے مطابق چلانا ہے۔

حضرت مریم کی والدہ کی دعا میں جو لفظ مُحَرَّرًا استعمال ہوا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ میں نے اس بچہ کو دنیاوی ذمہ داریوں سے بالکل علیحدہ کیا

اور میری دعا ہے کہ خالصۃً دین کی ذمہ داری ہی اس کی ترجیح ہو جائے۔

پس ان ماؤں اور باپوں سے سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وقفِ نَو کا صرف نام ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ وقف تو ایک اہم ذمہ داری ہے۔ ایک وقفِ نَو کے جوانی تک پہنچنے تک ماں باپ کی اور اس کے بعد خود اس کی اپنی یہ ذمہ داری بن جاتی ہے۔ بعض لڑکے لڑکیاں جنہوں نے دنیاوی تعلیم حاصل کی ہے بظاہر بڑا جوش دکھاتے ہیں، اپنی خدمات پیش کر دیتے ہیں لیکن بعد میں ایسی مثالیں بھی سامنے آئیں کہ اس لئے چھوڑ جاتے ہیں کہ جماعت جو الاؤنس دیتی ہے اس میں ان کا گزارہ نہیں ہوتا۔ جب ایک بڑا مقصد حاصل کرنا ہے تو تنگی اور قربانی تو کرنی پڑتی ہے۔ پس اگر بچپن سے یہ بات واقفین کے دماغوں میں بٹھا دی جائے کہ وقفِ زندگی سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے۔ دنیاوی طور پر دوسرے کی طرف دیکھنے کی بجائے، یہ سوچنے کی بجائے کہ میرا فلاں کلاس فیلو میری جتنی تعلیم حاصل کر کے لاکھوں کما رہا ہے اور میں ایک مہینہ بھی اس کے ایک دن کی آمد کے جتنا نہیں کما رہا،

یہ سوچ ہونی چاہئے کہ جو مقام مجھے خدا تعالیٰ نے دیا ہے وہ دنیاوی مال سے بہت بڑھ کر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سامنے رکھیں کہ دنیاوی مال و اسباب کے لحاظ سے اپنے سے کمتر کو دیکھو اور روحانی لحاظ سے اپنے سے بڑھے ہوئے کو دیکھو تا کہ مادی دوڑ میں بڑھنے کی بجائے روحانی دوڑ میں بڑھنے کی کوشش کرو۔

(بخاری کتاب الرقاق باب لینظر الیٰ من ھو اسفلہ منہ ...... الخ حدیث 6490) (فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الرقاق باب لینظر الیٰ من ھو اسفلہ منہ ...... الخ حدیث 6490 جلد 11 صفحہ 392 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

پس جو واقفین نَو لڑکے خاص طور پر اپنی تعلیم مکمل کر چکے ہیں خود بھی اپنی ظاہری اور مالی حالت کی بہتری کی بجائے روحانی حالت میں بہتری کی کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ہر احمدی سے اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ اس کا معیار انتہائی بلند ہو تو ایک شخص جس کے ماں باپ نے پیدائش سے پہلے اس کو دین کے لئے وقف کر دیا اور اس کے لئے دعائیں بھی کی ہوں اس کو کس قدر ان معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اُسے سُنے یا نہ سُنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے۔ اور حیاتِ طیّبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے۔ اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اُس کی رُوح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (البقرۃ:132)'' کہ میں تو اپنے ربّ کا فرمانبردار ہو چکا ہوں۔ فرمایا ''جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔ پس تُم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف مَیں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔'' یہی بنیاد ہے اور یہی مقصد ہے ''پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اِس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 100۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس واقفین نَو کو عام احمدی سے بلند ہو کر یہ مقام حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ دین کی خاطر دوسرے بھی وقف کرتے ہیں اور ہر ایک وقف کر بھی نہیں سکتا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہئے جو دین کا علم حاصل کرے اور پھر جا کے اپنے لوگوں کو بتائے۔ دنیاوی کاموں میں بھی الجھے ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی فرمایا کہ دنیاوی کام کرتے ہوئے بھی خدا کا خوف اور دین مقدم ہونا چاہئے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد دوم صفحہ 91۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

واقفین نَو کو تو اپنے قناعت کے معیاروں کو بہت بڑھانا چاہئے۔
اپنی قربانی کے معیاروں کو بہت بڑھانا چاہئے۔

یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ ہم مالی لحاظ سے کمزور ہوں گے تو ہمیں شاید ہمارے بہن بھائی کمتر سمجھیں یا والدین ہمیں اس طرح توجہ نہ دیں جس طرح باقیوں کو دے رہے ہیں۔ اول تو والدین کو ہی یہ خیال کبھی دل میں نہیں لانا چاہئے کہ واقفین زندگی کمتر ہیں۔ واقفین زندگی کا معیار اور مقام ان کی نظر میں بہت بلند ہونا چاہئے۔ لیکن واقفین زندگی کو خود اپنے آپ کو ہمیشہ دنیا کا عاجز ترین بندہ سمجھنا چاہئے۔

واقفین نَو کو جہاں قربانی کا معیار بڑھانا ہے وہاں اپنی عبادتوں کے معیار کو بھی بلند کرنا چاہئے، اپنی وفا کے معیار کو بھی بڑھانا چاہئے۔ اپنے اور اپنے والدین کے عہد کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں اور استعدادوں سے کام لینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ دین کی خاطر، دین کی سربلندی کی خاطر کام کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تب اللہ تعالیٰ بھی نوازتا ہے اور کسی کو بغیر جزا کے اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک موقع پر اپنے عہدوں کو وفا کے ساتھ پورا کرنے کے بارے میں نصیحت فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''خداتعالیٰ نے قرآن شریف میں اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کی ہے جیسا کہ فرمایا ہے: وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (النجم:38) کہ اس نے جو عہد کیا اسے پورا کر کے دکھایا''۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 234۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس عہدوں کو پورا کرنا کوئی معمولی چیز نہیں ہے اور وہ عہد جو وقف زندگی کا عہد ہے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درد بھرے الفاظ ہم سن چکے ہیں یہ کیسا عظیم عہد ہے۔ اگر ہر وقف نَو لڑکا اور لڑکی اپنے اس عہد کو وفا کے ساتھ پورا کرنے والا ہو تو ہم دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ بعض نوجوان جوڑے میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں بھی وقف نَو ہوں، میری بیوی بھی وقف نَو ہے، میرا بچہ بھی وقف ہے۔ یا ماں کہے گی کہ میں وقف نَو ہوں، باپ کہے گا میں وقف نَو ہوں اور میرا بچہ وقف نَو ہے تو یہ بڑی قابل تعریف بات ہے۔ لیکن اس کا حقیقی فائدہ تو جماعت کو تبھی ہوگا جب وفا کے ساتھ اپنے وقف کے عہد کو پورا کریں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے وفا کے مضمون کو ایک جگہ مزید کھولا ہے اور اس طرح کھولا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''خداتعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے''۔ سچائی پر قائم ہو۔ وفا تمہاری سچی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ''حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى (النجم: 38) کہ ابراہیم وہ ابراہیم ہے جس نے وفاداری دکھائی۔ خداتعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے۔ جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذّتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے اور ہر ذلّت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بُت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے وہ بُت ہے اور اس قدر بُت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتا بھی نہیں لگتا کہ میں بُت پرستی کر رہا ہوں''۔ کہیں آجکل کے زمانے میں ڈرامے بت بن گئے ہیں۔ کہیں انٹرنیٹ بت بن گیا ہے۔ کہیں دنیا کمانا بت بن گیا ہے۔ کہیں اور خواہشات بت بن گئی ہیں۔ پر آپ نے فرمایا کہ انسان کو پتا ہی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں اور وہ اندر ہی اندر کر رہا ہوتا ہے۔ پس فرمایا کہ ''پس جب تک خالص خداتعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے''۔ فرمایا کہ ''ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى کی آواز اُس وقت آئی جب وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا ہے اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے اور عمل دکھ سے آتا ہے۔'' عمل دکھ سے آتا ہے یعنی انسان کو جو نیک اعمال ہیں ان کے بجالانے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اعمال کے لئے قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اپنے آپ کو تکلیف اور دکھ میں ڈالنا پڑتا ہے۔ لیکن دکھ میں ہمیشہ نہیں رہتا انسان۔ عمل کرنے میں بیشک دکھ ہے لیکن دکھ میں ہمیشہ نہیں رہتا انسان۔ فرمایا ''لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہو جاوے تو خداتعالیٰ اُس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔......ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دینا چاہا اور پوری تیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو بچا لیا''۔ بیٹے کی جان بھی بچ گئی اور باپ کو بیٹے کی قربانی کی وجہ سے جو دکھ ہونا تھا اس دکھ سے بھی نجات ہو گئی۔ فرمایا کہ ''وہ آگ میں ڈالے گئے (حضرت ابراہیم علیہ السلام) لیکن آگ ان پر کوئی اثر نہ کر سکی''۔ فرماتے ہیں کہ اگر انسان ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خداتعالیٰ تکالیف سے بچا لیتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 430-429۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ وہ معیار ہے اللہ تعالیٰ کا پیار جذب کرنے کے لئے اور اس کے فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے پیش فرمایا ہے اور ہم سے اس کے حصول کی توقع رکھی ہے۔ یہ معیار نہ صرف ہر واقف نَو کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے بلکہ ہر واقف زندگی کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک قربانیوں کے معیار نہیں بڑھیں گے ہمارے وقف زندگی کے دعوے سطحی دعوے ہوں گے۔

بعض مائیں کہہ دیتی ہیں ہم کینیڈا آ گئے ہیں ہمارا بیٹا پاکستان میں مربی ہے یا وقف زندگی ہے اسے بھی یہاں بلا لیں اور یہیں اس کی ڈیوٹی لگا دیں یا ہمارے پاس آ جائے۔ جب وقف کر دیا تو پھر مطالبے کیسے؟ پھر یہ خواہشیں کیسی؟ خواہشیں تو ختم ہو گئیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ واقفین نَو میں شامل کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے یہ بڑی اچھی بات ہے تو اس رجحان کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے بڑھائیں نہ کہ حالات کے بدلنے سے اپنے عہدوں کو کمزور کرنے والے یا توڑنے والے بن جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ بغیر دکھ کے، بغیر تکلیف کے قربانی نہیں ہو سکتی۔ حالات اگر بدلے ہیں تو ہم نے اس کو برداشت کرنا ہے

خاص طور پر انہوں نے جنہوں نے اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کیا یا جن کے ماں باپ نے اپنے بچوں کو پیش کیا اور پھر انہوں نے اس کی تجدید کی کہ ہم اپنے عہد جاری رکھیں گے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب انسان خدا کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نوازتا ہے، اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑتا اور بے انتہا نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ تمام واقفین نَو بھی اور ان کے ماں باپ بھی وقف کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں اور اپنی وفاؤں کے معیاروں کو بلند سے بلند تر کرتے چلے جانے والے ہوں۔

مختصراً بعض انتظامی باتوں اور واقفین کے لئے لائحہ عمل کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ بعض لوگ سوال اٹھاتے ہیں۔ بعض واقفین نَو کے ذہنوں میں غلط فہمیاں ہیں کہ وقف نَو ہو کر ان کی کوئی علیحدہ ایک شناخت بن گئی ہے۔ شناخت تو بیشک بن گئی ہے لیکن اس شناخت کے ساتھ ان سے غیر معمولی طور پر امتیازی سلوک نہیں ہوگا بلکہ اس شناخت کے ساتھ ان کو اپنی قربانیوں کے معیار بڑھانے ہوں گے۔

بعض لوگ اپنے واقفین نَو بچوں کے دماغوں میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ تم بڑے سپیشل بچے ہو جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑے ہو کر بھی ان کے دماغوں میں سپیشل ہونا رہ جاتا ہے۔ اور یہاں بھی اس قسم کی باتیں مجھے پہنچی ہیں۔ وہ وقف کی حقیقت کو پیچھے کر دیتے ہیں اور وقف نَو کے ٹائٹل کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لیتے ہیں کہ ہم سپیشل ہو گئے۔

بعض کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ کیونکہ ہم وقف نَو میں ہیں اس لئے ہمیں اگر لڑکیاں ہیں تو ناصرات اور لجنہ اور لڑکے ہیں تو اطفال اور خدام کے پروگراموں میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری تنظیم ایک علیحدہ تنظیم بن گئی۔ یہ بالکل غلط تصور ہے اگر کسی کے دل میں ہے۔ جماعت کا تو کوئی عہدیدار بھی حتی کہ امیر جماعت بھی اپنی عمر کے لحاظ سے متعلقہ ذیلی تنظیم کا ممبر ہوتا ہے۔

پس ہر واقف نَو لڑکی اور لڑکے کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ عمر کے لحاظ سے اپنی تنظیموں کے ممبر ہیں جس جس عمر میں ہیں اور ان کے لئے ان کے پروگراموں میں حصہ لینا ضروری ہے اور جو حصہ نہیں لیتا ان کے بارے میں متعلقہ تنظیم کا صدر جو ہے وہ رپورٹ کرے اور اگر اس وقف نَو کی اصلاح نہیں ہوتی تو پھر ایسے بچے کو یا لڑکے کو یا نوجوان کو وقف نَو سکیم سے نکال دیا جائے گا۔ ہاں اگر بعض جماعتی پروگرام ہیں، وقف نَو کا پروگرام ہے، ذیلی تنظیموں کے پروگرام ہیں تو آپس میں مل جل کر ایک ایسے وقت رکھے جا سکتے ہیں جس میں ذیلی تنظیمیں اپنے پروگرام کریں اور وقف نَو والے اپنے۔ اور کوئی clash نہ ہو۔ پس اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

وقف نَو جیسا کہ میں نے کہا بڑے سپیشل ہیں
لیکن سپیشل ہونے کے لئے ان کو ثابت کرنا ہوگا۔

کیا ثابت کرنا ہوگا؟

☆......کہ وہ خدا تعالیٰ سے تعلق میں دوسروں سے بڑھے ہوئے ہیں تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔

☆......ان میں خوف خدا دوسروں سے زیادہ ہے تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔

☆......ان کی عبادتوں کے معیار دوسروں سے بہت بلند ہیں تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔

☆......وہ فرض نمازوں کے ساتھ نوافل بھی ادا کرنے والے ہیں تب وہ سپیشل کہلائیں گے۔

☆......ان کے عمومی اخلاق کا معیار انتہائی اعلیٰ درجہ کا ہے۔ یہ ایک نشانی ہے سپیشل ہونے کی۔

☆......ان کی بول چال، بات چیت میں دوسروں کے مقابلے میں بہت فرق ہے۔ واضح پتا لگتا ہے کہ خالص تربیت یافتہ اور دین کو دنیا پر ہر حالت میں مقدم کرنے والا شخص ہے تب سپیشل ہوں گے۔

☆......لڑکیاں ہیں تو ان کا لباس اور پردہ صحیح اسلامی تعلیم کا نمونہ ہے جسے دوسرے لوگ بھی دیکھ کر رشک کرنے والے ہوں اور یہ کہنے والے ہوں کہ واقعی اس ماحول میں رہتے ہوئے بھی ان کے لباس اور پردہ ایک غیر معمولی نمونہ ہے تب سپیشل ہوں گی۔

☆......لڑکے ہیں تو ان کی نظریں حیا کی وجہ سے نیچے جھکی ہوئی ہوں نہ کہ ادھر ادھر غلط کاموں کی طرف دیکھنے والی تب سپیشل ہوں گے۔

☆......انٹرنیٹ اور دوسری چیزوں پر لغویات دیکھنے کی بجائے وہ وقت دین کا علم حاصل کرنے کے لئے صرف کرنے والے ہوں تو تب سپیشل ہوں گے۔

☆......لڑکوں کے حلیے دوسروں سے انہیں ممتاز کرنے والے ہوں تو تب سپیشل ہوں گے۔

☆......وقف نَو لڑکے اور لڑکیاں روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے اور اس کے احکامات کی تلاش کر کے اس پر عمل کرنے والے ہوں گی تو پھر سپیشل کہلا سکتے ہیں۔

☆......ذیلی تنظیموں اور جماعتی پروگراموں میں دوسروں سے بڑھ کر اور باقاعدہ حصہ لینے والے ہیں تو پھر سپیشل ہیں۔

☆......والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے لئے دعاؤں میں اپنے دوسرے، بہن بھائیوں سے بڑھے ہوئے ہیں تو یہ ایک خصوصیت ہے۔

☆......رشتوں کے وقت لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی دنیا دیکھنے کی بجائے دین دیکھنے والے ہیں اور پھر وہ رشتے نبھانے والے بھی ہیں تو تب کہہ سکتے ہیں کہ ہم خلاصۂ دینی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپنے رشتے نبھانے والے ہیں تو سپیشل کہلائیں گے۔

☆......ان میں برداشت کا مادہ دوسروں سے زیادہ ہے، لڑائی جھگڑا اور فتنہ و فساد کی صورت میں اس سے بچنے والے ہیں بلکہ صلح کروانے والے ہیں تو سپیشل ہیں۔

☆......تبلیغ کے میدان میں سب سے آگے آ کر اس فریضہ کو سرانجام دینے والے ہیں تب سپیشل ہیں۔

☆......خلافت کی اطاعت اور اس کے فیصلوں پر عمل میں صف اول میں ہیں تو سپیشل ہیں۔

☆......دوسروں سے زیادہ سخت جان اور قربانیاں کرنے والے ہیں تو بالکل سپیشل ہیں۔

☆......عاجزی اور بے نفسی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں، تکبر سے نفرت اور اس کے خلاف جہاد کرنے والے ہیں تو بڑے سپیشل ہیں۔

☆......ایم ٹی اے پر میرے خطبے سننے والے اور میرے ہر پروگرام کو دیکھنے والے ہیں تا کہ ان کو رہنمائی ملتی رہے تو بڑے سپیشل ہیں۔

اگر تو یہ باتیں اور تمام وہ باتیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں یہ سب کرنے والے ہیں اور وہ تمام باتیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور ان سے اس نے روکا ہے اس سے رکنے والے ہیں تو یقیناً سپیشل بلکہ بہت سپیشل ہیں ورنہ آپ میں اور دوسروں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یہ ماں باپ کو بھی یاد رکھنا چاہئے اور اپنے بچوں کی اس نہج سے تربیت کرنی چاہئے کیونکہ اگر یہ چیزیں ہیں تو اس وقت دنیا میں انقلاب لانے کا ذریعہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ اگر یہ نہیں اور اس وجہ سے دنیا آپ کے نمونے کو دیکھنے والی نہیں تو سپیشل کیا اپنے عہدوں کو پورا نہ کرنے اور اپنی وفا کے معیار پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے وفاؤں اور بدعہدوں میں شمار ہوں گے۔

پس تربیت کے دور میں سے گزارتے وقت ماں باپ اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اس لحاظ سے انہیں سپیشل بنائیں اور بڑے ہو کر یہ واقفین نو خود اس سپیشل ہونے کے معیار کو حاصل کریں۔

جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ اپنی دنیاوی تعلیم کے دوران مختلف دوروں سے گزرتے وقت بجائے خود فیصلے کرنے کے جماعت سے پوچھیں کہ ہمیں کس لائن میں جانا ہے۔ لائن منتخب کرنے کے بارے میں پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں کہ

واقفین نو لڑکے جامعات میں جا کر مربی اور مبلغ بننے کو پہلی ترجیح دیں۔ اس وقت اس کی ضرورت ہے۔

جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھیل رہی ہے۔ نہ صرف ان ملکوں میں نئی جماعتیں قائم ہو رہی ہیں جہاں جماعت کے قیام کو لمبا عرصہ گزر گیا ہے بلکہ نئے نئے ممالک بھی اللہ تعالیٰ جماعت کو عطا فرما رہا ہے اور وہاں جماعتیں قائم ہو رہی ہیں اور ہمیں ہر ملک میں بے شمار مربیان اور مبلغین چاہئیں۔

پھر ہمارے ہسپتالوں کے لئے ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔

پاکستان میں ربوہ میں بہت سے ڈاکٹروں کی جو مختلف شعبوں کے ماہر ہوں ان کی ضرورت ہے۔ قادیان میں ہسپتال میں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ دنیا والے میرا خطبہ سن رہے ہیں اگر یہاں سے نہیں بھی جا سکتے تو اپنے اپنے ملکوں میں واقفین نو اس طرف توجہ دیں اور ماہرین ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ بہت بڑا خلاء ہے کہ ہمارے پاس ماہرین ڈاکٹر کم ہیں۔ افریقہ میں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور ہر شعبہ کے ڈاکٹروں کی ضرورت ہے۔ پھر اب گوئٹے مالا میں بڑا ہسپتال بن رہا ہے۔ وہاں تو کینیڈا سے بھی جا سکتے ہیں۔ یہاں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت آئندہ بڑھے گی۔ انڈونیشیا میں ضرورت ہے اور جوں جوں جماعت پھیلے گی یہ ضرورت بڑھتی جائے گی۔ اس لئے سپیشلائز کر کے ان ممالک سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اور تجربہ لے کر واقفین نو بچوں کو جو ڈاکٹر بن رہے ہیں ان کو آگے آنا چاہئے اور جن ملکوں میں جانا آسان ہے وہاں جانا چاہئے۔ اپنے آپ کو پیش کریں پھر جماعت بھیج دے گی۔

اسی طرح سکولوں کے لئے ٹیچرز کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹرز اور ٹیچرز کے لئے تو لڑکیاں اور لڑکے دونوں ہی کام آ سکتے ہیں اس لئے اس طرف توجہ کریں۔

کچھ آرکیٹکٹ اور انجنیئرز بھی چاہئیں

جو تعمیرات کے شعبہ کے ماہر ہوں تا کہ مساجد مشن ہاؤسز سکول ہسپتال وغیرہ کی تعمیر کے کاموں میں صحیح نگرانی کر کے اور پلاننگ کر کے جماعتی اموال کو بچایا جا سکے۔ کم پیسے میں زیادہ بہتر سہولت مہیا کی جا سکے۔

پھر پیرامیڈیکل سٹاف بھی چاہئے اس میں بھی آنا چاہئے

تو یہ تو وہ چند بعض اہم شعبے ہیں جن کی جماعت کو فی الحال ضرورت ہے۔ آئندہ ضروریات حالات کے مطابق بدلتی بھی رہیں گی۔

بعض واقفین نَو کی اپنی دلچسپی بھی بعض مضامین میں زیادہ ہوتی ہے اور جب میرے سے پوچھتے ہیں تو میں ان کی دلچسپی دیکھتے ہوئے ان کو اجازت بھی دے دیتا ہوں کہ وہ پڑھیں لیکن یہاں میں طلباء کو یہ بھی کہوں گا کہ وہ سائنس کے مختلف شعبوں میں ریسرچ میں بھی جائیں اور اس میں عمومی طور پر واقفین نو بھی اور دوسرے سٹوڈنٹس بھی شامل ہیں۔ سائنس کے مختلف شعبہ جات کی ریسرچ میں ہمارے بہترین سائنس دان پیدا ہو جائیں تو آئندہ جہاں دین کا علم دینے والے احمدی ہوں گے اور دنیا دین سیکھنے کے لئے آپ کی محتاج ہوگی وہاں دنیاوی علم دینے والے بھی احمدی مسلمان ہوں گے اور دنیا آپ کی محتاج ہوگی۔ ایسی صورت میں واقفین نو بیشک دنیا کا کام کر رہے ہوں گے لیکن ان کا مقصد اس علم اور کام کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا پر ثابت کرنا ہوگا، اس کے دین کو پھیلانا ہوگا۔

اسی طرح دوسرے شعبہ جات میں واقفین نو جا سکتے ہیں لیکن بنیادی مقصد یہ ہے اور جس کو ہر ایک کو جاننا چاہئے کہ میں واقف زندگی ہوں اور کسی وقت بھی مجھے دنیاوی کام چھوڑ کر دین کی ضرورت کے لئے پیش ہونے کا کہا جائے تو بغیر کسی عذر کے، بغیر کسی حیل وحجت کے آ جاؤں گا۔

ایک اہم بات جو ہر واقف نو کو یاد رکھنی چاہئے کہ دنیا کے کام کرنے کی اجازت انہیں دی جاتی ہے لیکن یہ دنیا کے کام انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دین کا علم اور دین کی خدمت سے محروم کرنے والا نہ ہو بلکہ اس کے اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش ان کی اولین ترجیح ہو۔ قرآن کریم کی تفسیر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ ہر وقف نو کے لئے ضروری ہے۔ وقف نو شعبہ نے غالباً اکیس سال کی عمر تک سلیبس بنایا ہوا ہے وہ موجود ہے اس کے بعد خود اپنے دینی مطالعہ کو بڑھائیں یہ ضروری ہے۔

ماں باپ کو بھی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ جتنی چاہے اپنے بچوں کی زبانی تربیت کر لیں اس کا اثر اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک اپنے قول و فعل کو اس کے مطابق نہیں کریں گے۔ ماں باپ کو اپنی نمازوں کی حالتوں کو نمونہ بنانا ہو گا۔ قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کے لئے اپنے نمونے قائم کرنے ہوں گے۔ اعلیٰ اخلاق کے لئے نمونہ بننا ہوگا۔ دینی علم سیکھنے کی طرف خود بھی توجہ کرنی ہوگی۔ جھوٹ سے نفرت کے اعلیٰ نمونے قائم کرنے ہوں گے۔ باوجود اس کے کہ بعض کو کسی عہدیدار سے تکلیف پہنچی ہو گھروں میں نظام کے خلاف یا عہدیداروں کے خلاف بولنے سے پرہیز کرنا ہوگا۔ ایم ٹی اے پر کم از کم میرے خطبات جو ہیں وہ باقاعدگی سے سننے ہوں گے اور یہ باتیں صرف واقفین نو کے والدین کے لئے ضروری نہیں بلکہ ہر وہ احمدی جو چاہتا ہے کہ ان کی نسلیں نظام جماعت سے وابستہ رہیں انہیں چاہئے کہ اپنے گھروں کو احمدی گھر بنائیں، دنیاداروں کے گھر نہ بنائیں ورنہ اگلی نسلیں دنیا میں پڑ کر نہ صرف احمدیت سے دور چلی جائیں گی بلکہ خدا تعالیٰ سے بھی دور ہو جائیں گی اور اپنی دنیا و عاقبت دونوں برباد کریں گی۔

خدا کرے کہ نہ صرف تمام واقفین نو بچے خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے والے اور تقویٰ پر چلنے والے ہوں بلکہ ان کے عزیزوں کے عمل بھی ان کو ہر قسم کی بدنامی سے بچانے والے ہوں۔ بلکہ ہر احمدی وہ حقیقی احمدی بن جائے جس کی بار بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں تلقین فرمائی ہے تا کہ دنیا میں جلد تر ہم احمدیت اور حقیقی اسلام کا جھنڈا اٹھتا ہوا دیکھیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''انسان ایک دو کاموں سے سمجھ لیتا ہے کہ میں نے خدا کو راضی کر لیا حالانکہ یہ بات نہیں ہوتی۔'' فرمایا کہ ''اطاعت ایک بڑا مشکل امر ہے۔ صحابہ کرام کی اطاعت، اطاعت تھی''۔ وہ حقیقی اطاعت تھی جس کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''......کیا اطاعت ایک سہل امر ہے؟ جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔ حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں کہ کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو دوزخ کا بند کرو اور دوسرا کھلا رکھو''۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 74-73۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ''آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے۔......صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جب تک اچھے عمل نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو ہو نیک بنو۔ متقی بنو۔ ہر ایک بدی سے بچو۔ ......زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔ نمازوں میں دعائیں کرو۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 274۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم بھی اور ہماری نسلیں بھی نیکی اور تقویٰ پر قائم ہونے والی ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنے والی ہوں۔

☆......☆......☆

ہستی باری تعالیٰ

قسط نمبر 4

أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ہمارا خدا

جس میں خدا تعالیٰ کی ہستی کو عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے

تصنیف لطیف

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے

خدا کے متعلق تحقیق کا طریق

اب میں نہایت اختصار کے ساتھ یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے متعلق تحقیق کا طریق کیا ہونا چاہئے؟ کیونکہ جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ کسی چیز کے متعلق تحقیق کا صحیح طریق کیا ہے اس وقت تک کامیابی نہایت مشکل ہے۔ ایک غلط طریق کو اختیار کر کے ہم اپنی ساری کوشش بلا سود ضائع کر سکتے ہیں۔ ایک شخص جو زمین میں کنواں کھود کر پانی نکالنا چاہتا ہے کبھی پانی تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ خاص خطۂ زمین کو منتخب کر کے خاص قواعد کے ماتحت زمین کو عمودی شکل میں کھودتا ہوا نیچے نہ اتر جائے۔ اگر وہ زمین کو عمودی شکل میں نہیں کھودے گا بلکہ سطح زمین کے متوازی کھودنا شروع کر دے گا تو خواہ وہ دو سو میل تک کھودتا ہوا چلا جائے وہ کبھی پانی کی شکل نہیں دیکھے گا کیونکہ اس نے پانی تک پہنچنے کا غلط طریق اختیار کیا ہے اور بعد میں اس کا یہ شکایت کرنا کہ دیکھو میں نے اتنی محنت اور عرق ریزی کی ہے اور پھر بھی مجھے پانی نہیں ملا ایک غلط اور بیہودہ عذر ہوگا جو کسی عقلمند کے نزدیک مسموع نہیں ہوسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ صرف محنت اور کوشش کوئی حقیقت نہیں رکھتیں جب تک کہ وہ صحیح طریق پر صَرف نہ کی جائیں اور جس طرح ہم دنیا کے تمام کاموں میں دیکھتے ہیں کہ قانونِ قدرت کے ماتحت ہر کام کے لئے ایک خاص طریق مقرر ہے جس کے بغیر وہ کام سرانجام نہیں پاسکتا، اسی طرح روحانی امور میں بھی ہر مقصد کے حصول کے واسطے ایک راستہ اور طریق مقرر ہے جسے اختیار کرنے کے بغیر ہم اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے خواہ ہم کیسی ہی محنت اور توجہ صَرف کریں۔ اور اس ضابطہ اور قانون کا وجود سراسر ہمارے فائدہ کے لئے ہے کیونکہ اس کے بغیر انسان کی علمی اور عملی ترقی محال ہے۔ فرض کرو کہ اگر دنیا میں کوئی قانون نہ ہو اور بغیر ایک خاص طریق پر محنت کرنے کے انسان محض خواہش سے ایک چیز کو حاصل کر سکے تو دنیا کا کیا حشر ہو؟ کیا علم اور محنت اور کوشش اور تجربہ کی جگہ جہالت اور سستی اور کاہلی اور اتکال کا دور دورہ نہ شروع ہو جائے؟ کیا عالم اور جاہل، جفاکش اور کاہل، محنتی اور سست، تجربہ کار اور اناڑی میں کوئی امتیاز اور فرق باقی رہ جائے؟ کیا انسان کی دماغی ترقی کا راستہ بالکل مسدود نہ ہو جائے؟ کیا انسان کے اعلیٰ اخلاق کی عمارت دیکھتے دیکھتے مسمار ہو کر خاک میں نہ مل جائے؟ خوب سوچ لو کہ یہ جو انسان کی جسمانی اور مادی اور علمی اور عملی اور اخلاقی اور روحانی ترقی اب تمہیں نظر آتی ہے یہ ساری اسی بات کی طفیل ہے کہ دنیا ایک قانون کے ماتحت چل رہی ہے اور ہر مقصد کے حصول کے واسطے ایک طریق مقرر ہے جس کے بغیر وہ حاصل نہیں ہوسکتا اس قانون کو الگ کر دو اور تم دیکھو گے کہ یکلخت تمام ترقیات کا دروازہ بند ہو کر انسانی دماغ ایک منجمد پتھر کی صورت اختیار کر لے گا اور وہ ہستی جو اشرف المخلوقات کہلاتی ہے ایک آنِ واحد میں دنیا کی حقیر ترین مخلوق سے بھی نیچے گر جائے گی۔ پس اس قانون کو اپنے راستہ میں ایک روک نہ سمجھو کیونکہ یہ تو وہ پَر ہیں جو خالقِ کائنات نے علم اور عمل کی بلند چوٹیوں تک پرواز کر کے پہنچنے کے لئے تمہیں عطا کئے ہیں۔ یہ وہ آفتابِ ہدایت ہے جو تمہیں آئندہ ترقیات کا راستہ دکھانے کے لئے تمہارے مہربان آقا نے چڑھا رکھا ہے۔ یہ وہ امتحان ہے جو عالم کو جاہل سے، عامل کو بے عمل سے، تجربہ کار کو اناڑی سے، محنتی کو کاہل سے ممتاز کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

.........................(باقی آئندہ)

تاریخِ اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک اور مشاغِل تجارت

حلیہ مبارک

'' لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے۔ رنگ بہت خوبصورت تھا یعنی نہ تو بہت ہی سفید جو بُرا لگے اور نہ ہی گندم گوں بلکہ گندم گوں سے کچھ سفید تھا۔ سَر کے بال بالکل سیدھے نوکدار نہ تھے بلکہ کسی قدر خمدار تھے۔ داڑھی گھنی اور خوبصورت تھی۔ جسم درمیانہ تھا۔ جِلد نازک اور ملائم تھی اور آپؐ کے جسم اور پسینہ میں ایک قسم کی خوشبو پائی جاتی تھی۔ سَر بڑا تھا۔ سینہ فراخ۔ ہاتھ پاؤں بھرے بھرے۔ ہتھیلیاں چوڑی۔ چہرہ گول۔ پیشانی اور ناک اونچی۔ آنکھیں سیاہ اور روشن۔ اور پلکیں دراز تھیں۔ چلنے میں وقار تھا۔ مگر عموماً تیزی کے ساتھ قدم اُٹھتا تھا۔ گفتگو میں آہستگی ہوتی تھی۔ حتّٰی کہ اگر سُننے والا چاہے تو آپؐ کے الفاظ کو گن سکتا تھا۔ ناراضگی کے وقت چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا۔ اور خوشی کے موقعہ پر بھی چمک اُٹھتا تھا۔ (بخاری کتاب صفة النبیؐ و شمائل ترمذی)

انگلستان کا مشہور مؤرخ سَر ولیم میور آپؐ کا حُلیہ بیان کر کے لکھتا ہے کہ:

'' آپؐ کا سردارانہ رنگ ڈھنگ ایک اجنبی شخص کے دل میں کچھ ایسا رُعب پیدا کر دیتا تھا جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جب اُسے آپؐ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا تھا اور وہ آپ سے واقف ہو جاتا تھا تو اس کے دل میں بجائے ڈر اور خوف کے عقیدت اور محبت کے جذبات پیدا ہونے لگتے تھے۔'' (Life of 'Mahomet', By Sir William Muir, p. 27,

(London Smith, Elder & Co. 1978

مشاغِل تجارت

'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب جوان تھے اور کاروبارِ زندگی میں مصروف ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ اور چونکہ ابو طالب کی مالی حالت بھی اچھی نہیں تھی اس لئے بھی اس بات کی ضرورت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مناسب کام شروع کر کے اُن کے بوجھ کو ہلکا کریں۔ چنانچہ ابو طالب کی خواہش اور تحریک پر آپؐ نے تجارت کا کام شروع فرما دیا۔

مکّہ سے تجارت کے قافلے مختلف علاقوں کی طرف جاتے تھے۔ جنوب میں یمن اور شمال میں شآم کی طرف تو باقاعدہ تجارت کا سلسلہ جاری تھا۔ اس کے علاوہ بحرین وغیرہ کے ساتھ بھی تجارت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً ان سب مُلکوں میں تجارت کی غرض سے گئے۔

(نور النبر اس اور مسند حنبل بحوالہ سیرۃ النبیؐ)

اور ہر دفعہ نہایت دیانت و امانت اور خوش اسلوبی اور ہنرمندی کے ساتھ اپنے فرض کو ادا کیا۔ مکّہ میں بھی جن لوگوں کے ساتھ آپؐ کا معاملہ پڑا وہ سب آپ کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ چنانچہ سائب ایک صحابی تھے۔ وہ جب اسلام لائے تو بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی تعریف کی۔ آپؐ نے فرمایا: ''مَیں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔'' سائب نے عرض کی: ''ہاں یارسول اللہ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپؐ ایک دفعہ تجارت میں میرے شریک تھے اور آپؐ نے ہمیشہ نہایت صاف معاملہ رکھا۔ (ابوداؤد جلد 2 صفحہ 317)

عبداللہ بن ابی الحمساء ایک اور صحابی بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے مَیں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی کاروباری معاملہ کیا اور میرے ذمّہ آپؐ کا کچھ حساب باقی رہ گیا جس پر مَیں نے آپؐ سے کہا کہ آپ یہیں اِسی جگہ ٹھہریں مَیں ابھی آتا ہوں۔ مگر مجھے بُھول گیا اور تین دن کے بعد یاد آیا۔ اس وقت جب مَیں اس طرف گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں کھڑے تھے۔ مگر آپؐ نے سوائے اس کے مجھے کچھ نہیں کہا کہ ''تم نے مجھے تکلیف میں ڈالا ہے۔ مَیں یہاں تین دن سے تمہارے انتظار میں ہوں۔'' اس سے غالبًا یہ مراد نہیں کہ آپؐ مسلسل تین دن تک اسی جگہ ٹھہرے رہے بلکہ منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ مناسب اوقات میں کئی دفعہ اس جگہ جا کر دیر دیر تک عبداللہ کا انتظار فرماتے ہوں گے تا کہ عبداللہ کو آپؐ کی تلاش کی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ (ابوداؤد جلد 2 صفحہ 334)

اسی قسم کے واقعات سے مکّہ والوں میں آپؐ کا نام امین مشہور ہو گیا تھا اور آپؐ کی دیانت اور امانت کی وجہ سے سب لوگ آپؐ کی بہت عزّت کرتے تھے اور آپ کو نہایت راستباز اور صادق القول یقین کرتے تھے۔ (ابن ہشام)

تجارتی کاروبار کا آغاز اس طرح ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال کے قریب ہوئی تو خدیجہؓ بنت خویلد نے جو قبیلہ بنو اسد کی

تاریخِ اسلام

مشرق وسطیٰ

ایک نہایت شریف اور مالدار خاتون تھی اور مکّہ کی تجارت میں اس کا بہت بڑا حصّہ تھا آپؐ کو تجارتی مال دے کر شام کی طرف تجارت کی غرض سے بھیجا۔ اور اپنے غلام میسرہ کو آپؐ کے ساتھ کر دیا۔ اس سفر میں آپؐ کی محنت اور برکت اور دیانتداری کے طفیل اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت نفع ہوا اور آپؐ نہایت کامیاب ہو کر واپس آئے۔ اسی طرح آپؐ نے دو تین تجارتی سفر دُوسرے علاقوں کی طرف بھی کیے۔

☆......☆......☆

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورۂ ہالینڈ و جرمنی

اکتوبر 2015ء

عابد خان صاحب کی ذاتی ڈائری

مکرم عابد خان صاحب انچارج ''پریس اینڈ میڈیا آفس'' حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دوروں کے دوران انگریزی زبان میں اپنی ذاتی ڈائری لکھتے ہیں۔ آپ کی ڈائری نہایت دلچسپ اور حضور انور کے دوروں کی تفصیلات پر مبنی ہے۔ آپ کی ڈائری میں سے منتخب حصہ کا اردو ترجمہ پیش ہے۔

قسط نمبر 4

ڈچ پارلیمنٹ کی تقریب کے بعد مہمانوں کے تأثرات

تقریب کے بعد مجھے چند مہمانوں سے ملنے کا موقع ملا جنہوں نے تقریب میں شمولیت اختیار کی تھی۔ وہ سب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب سے انتہائی متأثر ہوئے۔ اور حضور انور کا اسلام کی تصویر پیش کرنے کا انداز بھی انہیں بہت متأثر کرنے والا تھا۔

مَیں ایک دینیات کے پروفیسر سے ملا جس کا نام Professor Eric de Jong ہے۔ اُس نے کہا کہ تمہارے خلیفہ اسلام کی آواز ہیں۔ یا کم از کم اُنہیں اسلام کی آواز ہونا چاہئے۔ ایسی شخصیت کی ہمیں ڈچ پارلیمنٹ میں ضرورت تھی۔ تقریب میں شامل ہونا میرے لئے بہت بڑی بات تھی۔

عابد صاحب لکھتے ہیں کہ مَیں ایک پادری سے ملا جو سوئٹزرلینڈ سے آیا ہوا تھا۔ اُس نے کہا: جب میں خلیفہ مسرور کو دیکھتا ہوں اور انہیں سنتا ہوں تو دنیا کی بہتری کے لئے میری امیدیں بڑھ جاتی ہیں۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ کمیٹی کے ممبران نے جو بار بار آزادیٔ اظہارِ رائے کے بارہ میں سوالات کئے تھے وہ غیر مناسب تھے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں یوں محسوس ہوا گویا وہ سوالات خواہ مخواہ انگیخت کرنے والے تھے۔ انہیں لگا کہ سیاستدان یہ چاہتے تھے کہ حضور انور کچھ ایسا کہہ دیں جو اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہو۔ **پادری صاحب نے کہا: خلیفہ صاحب اُن کے جال میں نہیں پھنسے اور اسلام کے دفاع میں مضبوط کھڑے تھے۔**

ایک نامور مسلمان پروفیسر یاسر لطیفی صاحب نے کہا کہ وہ حضور انور کے جوابات سے بہت متأثر ہوئے ہیں جو حضور انور نے سوال و جواب کی مجلس میں دیئے۔ انہوں نے کہا: آپ کے سربراہ نے سوالات کے بہت اچھے پُرسکون انداز میں جوابات دیئے۔ اور انہوں نے کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا۔

ایک انڈین صحافی سلطان شاہین صاحب نے کہا کہ وہ حضور انور کی پوری تقریر اپنی کسی اشاعت میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا: سوال و جواب کی مجلس میں مَیں نے دیکھا کہ حضور اپنے دین سے مایوس نہیں تھے بلکہ حضور کی شخصیت سے اسلام کا فخر ظاہر ہو رہا تھا۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے مَیں اس بات سے بہت متأثر ہوں۔ پھر حضور انور نے یہودیوں اور Holocaust کا حوالہ دیتے ہوئے اظہارِ رائے کی حدود کا ذکر کیا تھا۔ یہ بات بہت شاندار تھی اور اس بات نے مغربی اقوام کا دوہرا پن ظاہر کیا ہے۔ یہ بات کرنا بہت بہادری چاہتا ہے۔

عابد صاحب لکھتے ہیں: **مَیں ایک ڈچ آرکیٹیکٹ سے ملا جس کا نام Michael ہے۔ وہ سوال و جواب کی مجلس میں ڈچ سیاستدانوں کے رویہ سے بہت ناخوش تھے۔ انہوں نے کہا:** آپ کے خلیفہ بہت باوقار اور بہت دانا انسان ہیں۔ مجھے اپنے ملک کے سیاستدانوں پر بہت غصّہ آرہا تھا اور مجھے اُن کے رویہ سے بہت شرم آئی ہے۔ اُنہیں صرف خلیفہ کی دانائی سے حصہ پانے کے لئے آنا چاہئے تھا اور انہیں خلیفہ کی زیادہ عزت کرنی چاہئے تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ سوال و جواب کی مجلس کو ایسا رُخ دینا چاہتے تھے جس سے اُن کا اپنا چرچا ہو کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دنیا بھر سے لوگ اس تقریب کو دیکھ رہے ہیں۔

مہمانوں کی حضور انور سے ملاقات

تقریب کے بعد حضور انور، خالا سبوحی اور قافلہ کے ممبران اپنی گاڑیوں کی طرف لوٹے اور سب کو ایک قریبی عمارت بنام Nieuwspoort کی طرف لے جایا گیا۔ یہ عمارت ڈچ سیاستدانوں، صحافیوں اور دوسرے گروپس کے استعمال میں آتی ہے جہاں وہ پریس کانفرنسز اور میٹنگز کرتے ہیں۔ اُس دن کا پروگرام یہ تھا کہ حضور بذات خود بعض معززین اور مہمانوں سے Nieuwspoort کے میٹنگ رُوم میں ملیں گے۔ اور اس کے بعد ایک

بہت بڑے ہال میں عشائیہ پیش کیا جائے گا۔

لہٰذا وہاں 45 منٹ حضور انور کئی مہمانوں اور معززین سے ملے جن میں ہالینڈ کے سابق وزیرِ دفاع، سپین کا سفیر، لندن سے ایک پولیس چیف اور بعض اَور مہمانان شامل تھے۔

Arnourd van Doorn کی حضور انور سے ملاقات

ایک مہمان جو حضور انور سے ملنے کے لئے آئے تھے وہ Arnourd van Doorn تھے۔ وہ باضابطہ طور پر far-right PVV پارٹی کے سینئر ممبر تھے اور اسلام مخالف پارٹی کے سربراہ Geert Wilders کے قریبی مشیروں میں سے تھے۔ پارٹی میں یہ مقام ہونے کے باوجود وہ بعد میں مشرف با سلام ہو گئے۔ اور انہوں نے اب ہالینڈ کی سب سے پہلی اسلامی پارٹی قائم کی ہے۔ ملاقات میں انہوں نے حضور انور سے اپنی سیاسی سرگرمیوں سے متعلق رہنمائی کی درخواست کی۔

اس پر حضور انور نے فرمایا:

چونکہ آپ نے ایک اسلامی پارٹی کی بنیاد رکھی ہے اس لئے آپ کو قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔ قرآن کریم ایک دینی صحیفہ ہے مگر اس میں ہمارے روزمرّہ کے ہر معاملات سے متعلق رہنمائی موجود ہے۔ آپ کو لازمًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اسوہ سے آگاہی حاصل کرنی چاہئے۔

حضور انور نے مزید فرمایا:

جب آپ مسلمانوں سے ملیں تو آپ کو چاہئے کہ انہیں اس طرف راغب کریں کہ وہ قرآن کریم کی حقیقی تعلیمات پر عمل کریں ناں کہ اُن باتوں پر جن کا پر چار مولوی کرتے ہیں۔ آپ کو خود بھی قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنا چاہئے جو جماعت احمدیہ مسلمہ نے کیا ہے۔

اس سیاستدان نے حضور انور کی نصائح کا شکریہ ادا کیا۔ اتفاق سے مَیں عشائیہ کے دَوران اسی سیاستدان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ مَیں نے اس سے اسلام قبول کرنے کے بارہ میں بہت تفصیل سے بات کی۔ اُس نے مجھے بتایا کہ جب وہ PVV پارٹی کا حصہ تھا تو وہ بلا سوچے سمجھے اسلام کی مخالفت کرتا تھا۔ اور اُسے اسلام ایک وحشیانہ اور عورتوں کے حقوق کو غصب کرنے والا دین معلوم ہوتا تھا۔ ایک وقت آیا کہ اُس نے قرآن کریم اور اسلام کے بارہ میں دوسری کُتب پڑھنے کا فیصلہ کیا تا کہ اُسے اسلام کی مخالفت میں مزید دلائل مل جائیں۔ لیکن اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ جو کچھ وہ پڑھتا اُس کے بالکل بر عکس ہوتا جو اُسے بتایا گیا تھا یا اُس نے سُنا ہوتا۔ چنانچہ وہ خاموشی سے اسلام کے بارہ میں مزید سیکھنے لگا اور یہ سلسلہ 18 ماہ جاری رہا۔ اس کے بعد اُس نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔

اس نے بتایا کہ غیر احمدی مسلمانوں نے اسے حضور سے نہ ملنے کو کہا اور تنبیہ کی تھی۔ لیکن وہ نہ رُکا اور حضور انور سے ملاقات کرنے پر نہایت شکر گزار تھا۔

نن سپیٹ کے لئے روانگی

میٹنگ کے بعد عشائیہ پیش کیا گیا۔ اس کے بعد حضور انور مسجد مبارک کے لئے روانہ ہوئے جہاں حضور انور نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ بعد ازاں حضور انور نن سپیٹ کے لئے روانہ ہوئے۔

یہ دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک نہایت مبارک اور تاریخ ساز دن ثابت ہوا۔

چند قیمتی لمحات

ہالینڈ میں قیام کے دوران روزانہ نمازِ فجر کے بعد مختصر سا درس ہوتا تھا جسے ہم سُنتے تھے۔ لیکن اگلے روز جب حضور انور نماز پڑھا کر مسجد سے تشریف لے جا رہے تھے مَیں بھی فطری طور پر اُٹھ کھڑا ہوا اور حضور انور کے پیچھے چلنے لگا۔ ایسا کرنا میرے لئے خوش نصیبی کا باعث بنا کیونکہ حضور انور نے اپنی رہائشگاہ پر پہنچنے سے قبل ایک مرتبہ پیچھے دیکھا اور مجھے بلا کر فرمایا کہ مَیں حضور سے نچلی منزل پر ملوں۔ میری رہائشگاہ بھی اسی منزل پر تھی۔

مَیں اپنی رہائشگاہ لَوٹا اور چند لمحوں بعد ہی حضور انور نے اپنی رہائشگاہ کا دروازہ کھولا اور حضور سیڑھیوں سے نیچے تشریف لائے۔ سیڑھیوں کے آخر پر ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جس کے ایک طرف حضور انور کھڑے تھے اور دوسری طرف مَیں کھڑا تھا۔ اگلے چند منٹ ہم پارلیمنٹ کی تقریب پر بات کرتے رہے۔ حضور انور نے بعض لوگوں کا ذکر فرمایا جن سے حضور نے تقریب کے بارہ میں بات کی اور مَیں نے بھی حضور انور کو بعض لوگوں کا بتایا جن سے مَیں تقریب کے بعد ملا۔ حضور انور نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ Harry van Bommel صاحب جس نے تقریب میں میزبانی کے فرائض سرانجام دیئے تھے جماعت کی کتنی عزت کرتا ہے اور مخلص ہے۔ حضور انور نے بعض میڈیا انٹرویوز کے بارہ میں بھی بات کی جو حضور انور نے دورہ کے دَوران دیئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے دورہ کے دَوران حضور انور سے ملنے کے کئی موقعے ملے اور کچھ وقت حضور انور کی بابرکت موجودگی میں گزارنے کا موقع ملا۔ ان چند لمحات کو میں بہت لگاؤ سے دیکھتا ہوں۔ وہ بہت ذاتی اور انمول لمحات تھے جو مَیں نے اپنے خلیفہ سے share کئے۔

ڈچ اخبار De Stentor کے جرنلسٹ کو انٹرویو

7/اکتوبر 2015ء بروز بدھ کی صبح کو ڈچ اخبار De Stentor کے جرنلسٹ نے حضور انور کا انٹرویو لیا۔

جرنلسٹ نے کہا کہ اسلام کے بارہ میں منفی باتوں کی کوریج جماعت احمدیہ مسلمہ کے پیغام امن کی نسبت سے بہت زیادہ دی جاتی ہے۔ جرنلسٹ نے حضور سے پوچھا کہ کیا حضور اس صورتحال سے مایوس نہیں ہوتے؟

حضور انور نے اس سوال کے جواب میں فرمایا:

مَیں مایوس نہیں ہوتا البتہ اس وجہ سے مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور مزید دعاؤں میں جھکتا ہوں۔ پس مایوس ہونے کی بجائے ہم اپنے ربّ کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور انسانیت کی خدمت میں بھی آگے بڑھتے ہیں۔ یقیناً اللہ وہ ذات ہے جو اپنی مخلوق سے محبت کرتی ہے۔

جرنلسٹ نے کہا کہ تشدد پسند مسلمان قرآن کریم کی آیات کو اپنی متشددانہ کارروائیوں کو ثابت کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ یہ بات واضح رہے کہ وہ قرآن کریم کی آیات کو بلا سیاق وسباق لیتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا: بائبل میں بھی بہت سی آیات موجود ہیں جنہیں بلا سیاق وسباق لے کر متشددانہ نظریات پھیلایا جاسکتا ہے۔ پس ہر صحیفہ کو غلط استعمال کیا جاسکتا ہے۔

حضور انور نے قرآن کریم کی تعلیمات کے حوالہ سے فرمایا کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے اسوہ پر نظر ڈالنی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سال شدید ترین مخالفت کا سامنا کیا اور کبھی بھی جوابی کارروائی نہیں کی۔ بالآخر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کی اجازت ملی تو وہ بھی فقط دفاعی جنگ تھی اور صرف اسلام کے دفاع کے لئے نہیں تھی بلکہ تمام ادیان اور تمام عبادتگاہوں کے دفاع کے لئے تھی۔

حضور انور سے پوچھا گیا کہ کیا کہ حضور خود مخالفین اسلام یا غیر احمدی مسلمانوں کا ٹارگٹ ہیں؟ اور کیا حضور اس وجہ سے خوفزدہ ہیں؟

حضور انور نے اس کے جواب میں فرمایا:

اگر مَیں خوفزدہ ہوتا تو مَیں اپنی ذمہ داریوں کو نہ نبھا سکتا۔ پاکستان، انڈونیشیا اور دوسرے ممالک میں احمدی مسلمان مخالفین کا نشانہ بنے ہوئے ہیں لیکن مخالفین ہمیں اپنے مشن کی تکمیل سے روک نہیں سکتے جو اسلام کی حقیقی تعلیمات کو دنیا کے کونوں تک پھیلانے کا ہے۔

حضور انور نے نہایت خوبصورتی سے فرمایا:

ہم احمدی مسلمان فوجیوں کی طرح ہیں جو امن کے لئے لڑ رہے ہیں لیکن ہم کسی تلوار یا تشدد کا استعمال نہیں کرتے۔ ہمارے ہتھیار فقط دعائیں ہیں۔

☆......☆......☆

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان فرمودہ سبق آموز اور روح پرور واقعات

نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجالاؤ

"تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک شخص چاہتا تھا کہ وہ لوگوں کی نظر میں بڑا قابل اعتماد بنے اور لوگ اُسے نمازی اور روزہ دار اور بڑا پاکباز کہیں اور اسی نیت سے وہ نماز لوگوں کے سامنے پڑھتا اور نیکی کے کام کرتا تھا۔ مگر وہ جس گلی میں جاتا اور جدھر اس کا گزر ہوتا تھا لوگ اسے کہتے تھے کہ یہ دیکھو یہ شخص بڑا ریاکار ہے اور اپنے آپ کو لوگوں میں نیک مشہور کرنا چاہتا ہے۔ پھر آخر کار اس کے دل میں ایک دن خیال آیا کہ میں کیوں اپنی عاقبت کو برباد کرتا ہوں خدا جانے کس دن مَر جاؤں گا کیوں اس لعنت کو اپنے لئے تیار کر رہا ہوں۔ (البدر سے: "میں نے خدا کی نماز ایک دفعہ بھی نہ پڑھی"۔ [البدر جلد 2 نمبر 11 صفحہ 84]) اُس نے صاف دل ہو کر پُورے صدق وصفا اور سچے دل سے توبہ کی اور اُس وقت سے نیّت کر لی کہ میں سارے نیک اعمال لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کیا کروں گا اور کبھی کسی کے سامنے نہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا کرنا شروع کر دیا اور یہ پاک تبدیلی اس میں بھر گئی۔ نہ صرف زبان تک ہی محدود رہی۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو بظاہر ایسا بنالیا کہ تارکِ صوم وصلوٰۃ ہے اور گندہ اور خراب آدمی ہے مگر اندرونی طور پر پوشیدہ اور نیک اعمال بجالاتا تھا۔ پھر وہ جدھر جاتا اور جدھر اس کا گزر ہوتا تھا لوگ اور لڑکے اُسے کہتے تھے کہ دیکھو یہ شخص بڑا نیک اور پارسا ہے۔ یہ خدا کا پیارا اور اس کا برگزیدہ ہے۔

غرض اس سے یہ ہے کہ قبولیت اصل میں آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اولیاء اور نیک لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں وہ اپنے صدق وصفا کو دوسروں پر ظاہر کرنا عیب جانتے ہیں۔ ہاں بعض ضروری امور کو جن کی اجازت شریعت نے دی ہے یا دوسروں کو تعلیم کے لئے اظہار بھی کیا کرتے ہیں۔" (ملفوظات جلد 5 صفحہ 249 تا 250۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پاک اور خبیث لوگ

"متقیوں کو اللہ تعالیٰ خود پاک چیزیں بہم پہنچاتا ہے اور خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے ہیں۔ اگر انسان تقویٰ اختیار کرے اور باطنی طہارت اور پاکیزگی حاصل کرے جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پاکیزگی ہے۔ تو وہ ایسے ابتلاؤں سے بچالیا جاوے گا۔ ایک بزرگ کی کسی بادشاہ نے دعوت کی اور بکری کا گوشت بھی پکایا اور خنزیر کا بھی۔ اور جب کھانا رکھا گیا تو عمداً سؤر کا گوشت اس بزرگ کے سامنے رکھ دیا اور بکری کا اپنے اور اپنے دوستوں کے آگے۔ جب کھانا رکھا گیا اور کہا کہ شروع کرو تو اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ پر بذریعہ کشف اصل حال کھول دیا۔ انہوں نے کہا ٹھہرو۔ تقسیم ٹھیک نہیں اور یہ کہہ کر اپنے آگے کی رکابیاں ان کے آگے اور ان کے آگے کی اپنے آگے رکھتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے کہ اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ (النور: 27)۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 73 تا 74۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

تیری خاطر

"انسان اگر خدا کو ماننے والا اور اس پر کامل یقین رکھنے والا ہو تو کبھی ضائع نہیں کیا جاتا بلکہ اس ایک کی خاطر لاکھوں جانیں بچائی جاتی ہیں۔ ایک شخص جو اولیاء اللہ میں سے تھے ان کا ذکر ہے کہ وہ ایک جہاز میں سوار تھے۔ سمندر میں طوفان آ گیا۔ قریب تھا کہ جہاز غرق ہو جاتا۔ اس کی دعا سے بچالیا گیا اور دعا کے وقت اس کو الہام ہوا کہ تیری خاطر ہم نے سب کو بچالیا۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 138۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ہومیوپیتھی پر توجہ اور اس کی ترویج کے احسانات

واقفین نَو کے لئے ہومیوپیتھی کی ترویج کے لئے وسیع میدان کھلا ہے

(ڈاکٹر وقار منظور بسرا۔ طاہر ہومیو پیتھک ہاسپٹل اینڈ ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے احسانات جماعت پر ہی نہیں ساری دنیا پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک ہومیوپیتھی کی ترویج واشاعت بھی ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اُس وقت جماعت میں ہومیوپیتھی کو رواج دینا شروع کیا جب دنیا اس کو چھوڑ رہی تھی۔ ہومیوپیتھی یوں تو 18ویں صدی کے آخر میں باقاعدہ دریافت ہو چکی تھی لیکن اسے مقبولیتِ عام 19ویں صدی کے آخر سے لے کر 20ویں صدی کے آغاز تک حاصل ہوئی۔ اَنٹی بائیوٹکس کی دریافت اور پھر ان کی بے حد مقبولیت کے بعد جب دنیا کی ہومیوپیتھی سے توجہ ہٹ رہی تھی اس وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس طریقۂ علاج کو جماعت میں متعارف فرما رہے تھے۔

جیسا کہ الٰہی بشارتوں میں تھا کہ وہ نور ہوگا۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور یہ کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی عظیم الشان بصیرت نے یہ پرکھ لیا تھا کہ یہ طریقۂ علاج خدا تعالیٰ کے عطا کردہ قدرتی مدافعتی نظام کو ہی استعمال کرتا ہے۔ وہ مدافعتی نظام، وہ immune system جو اللہ تعالیٰ نے کروڑہا سالوں کے ارتقائی عمل سے گزار کر ہمیں عنائت کیا۔ اور یہ ایک صدی یا دو صدیوں کے لئے نہیں بلکہ تا قیامت آنے والی تمام ممکنہ بیماریوں سے حفاظت اور شفا کے لئے عطا فرمایا ہے۔

ہومیوپیتھی کی دریافت سے لے کر اَب تک گزشتہ سوا دو سو سالوں میں 10 ہزار سے زائد ہومیو پیتھک دوائیں مٹیریا میڈیکا کا حصّہ بنیں لیکن اِن میں سے ایک بھی نہ تو ban ہوئی اور نہ ہی مسترد۔ بلکہ ہر آنے والا دن اِن دواؤں کے چھپے ہوئے خواص مزید نکھار کر ظاہر کرنے والا ہوتا ہے۔ مثلاً کروٹیلس (Crotalus) ایک ہومیو پیتھک دوا ہے جو ایبولہ بیماری کے علاج کے لئے مقبول ہے۔ یہ ایبولہ (Ebola) وائرس کی دریافت سے بھی کوئی ڈیڑھ سو سال پہلے ہومیو پیتھک مٹیریا میڈیکا کا حصّہ بنی۔ 1837ء میں اِس کی پرُووِنگ شروع کرنے والے ڈاکٹر ہیرنگ (Hering) نے اِس کے جو اثرات ریکارڈ کئے وہ اب بھی پڑھیں تو یوں لگتا ہے کہ ایبولہ بیماری (Ebola Virus Disease) کی علامات پڑھ رہے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ یورپ اور امریکہ میں چھپنے والی نہائت ہی اعلیٰ ہومیو پیتھک کتب منگوا کر مطالعہ فرماتے رہے جن میں سے چند اب بھی خلافت لائبریری کی زینت ہیں۔ یورپ کے آخری سفر کے دوران مختلف یورپین ہومیو پیتھس کے ساتھ تبادلہ خیال بھی فرماتے رہے۔ اِن ہومیو پیتھس میں سوئٹزرلینڈ کے مشہور ڈاکٹر شمِٹ (Pierre Schmidt) بھی شامل تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ ایک ہومیو پیتھک ہسپتال تعمیر کروانا چاہتے تھے اور اس کی عمارت کے لئے نقشے بھی حضور نے پسند فرمالئے تھے۔ (رپورٹ الفضل فورم۔ 15 دسمبر 1997ء مطبوعہ روزنامہ الفضل 17 دسمبر 1997ء)۔ حضور

"کروٹیلس ہری ڈس" ایک بہت ہی زہریلے اور خطرناک سانپ کے زہر سے تیار کی جاتی ہے جسے عرف عام میں Rattle Snake کہتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش دورِ خلافت رابعہ میں طاہر ہومیو پیتھک ہاسپٹل اینڈ ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ کی صورت میں پوری ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مسلسل 50 برس انتھک محنت اور جدو جہد سے ہومیوپیتھی کے ذریعے خدمتِ انسانیت کو انتہا تک پہنچا دیا۔ حضورؒ ہومیوپیتھی میں اپنی دلچسپی کے آغاز کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

'ہومیوپیتھی میں میری دلچسپی کے اسباب کی داستان دلچسپ ہے۔ ہندوستان کی تقسیم کے بعد پاکستان بننے کے ابتدائی سالوں کی بات ہے کہ مجھے بار بار سر درد کے دورے پڑا کرتے تھے جسے انگریزی میں میگرین (Migraine) اور اُردو میں دردِ شقیقہ کہتے ہیں۔ یہ بہت شدید درد ہوتا ہے جس کے ساتھ متلی، قے اور اعصابی بے چینی بہت ہوتی ہے۔ مَیں کئی کئی دن اس بیماری میں مبتلا رہتا تھا۔ علاج کے طور پر اسپرین استعمال کرتا جس کی وجہ سے معدہ کی جھلی اور گردوں پر بُرا اثر پڑتا اور دل کی دھڑکن بھی تیز ہو جاتی۔ میرے والد مرحوم ایک ایلوپیتھک دوا سینڈول (Sandol) اپنے پاس رکھا کرتے تھے جس کی انہیں خود بھی ضرورت پڑتی تھی۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد یہ دوا پاکستان میں نہیں ملتی تھی بلکہ کلکتہ سے منگوانی پڑتی تھی۔ اس سے مجھے جلد آرام آجاتا۔

ایک دفعہ جب مجھے سر درد کی شدید تکلیف ہوئی تو ابا جان مرحوم کے پاس سینڈول موجود نہ تھی اس لئے آپ نے اس کی بجائے کوئی ہومیو پیتھک دوائی بھجوا دی۔ مجھے اس وقت ہومیوپیتھی پر کوئی یقین نہیں تھا لیکن تبرکاً میں نے یہ دوا کھالی۔ مجھے اچانک احساس ہوا کہ درد بالکل ختم ہو گیا ہے اور میں بے وجہ آنکھیں بند کئے لیٹا ہوں۔ اس سے پہلے کبھی کسی دوا کا مجھ پر ایسا غیر معمولی اور اتنا تیز اثر نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد ایک اور واقعہ ہومیوپیتھی میں میری دلچسپی کا موجب یہ بنا کہ جب میری شادی ہوئی تو میری اہلیہ آصفہ بیگم (رحمہا اللہ) کو ایک پرانی تکلیف تھی جس کا انہوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ حضرت ابا جان کے پاس ہومیوپیتھی کی کتابیں بہت تھیں۔ مَیں نے سوچا کہ ان میں کوئی دوائی ڈھونڈتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا تصرّف ہوا کہ پہلی کتاب کو جس جگہ سے میں نے کھولا وہاں ایک دوائی نیٹرم میور (Natrum mur) کی جو علامات درج تھیں وہ بالکل وہی تھیں جو آصفہ بیگم نے بتائی تھیں۔ وہ دوا میں نے اونچی طاقت میں انہیں دی۔ ان کو اس کی ایک خوراک سے ہی ایسا آرام آیا کہ پھر کبھی زندگی بھر وہ تکلیف دوبارہ نہیں ہوئی۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ ہومیوپیتھی خواہ میری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اس کا فائدہ ضرور ہوتا ہے اور اس میں ضرور کچھ حقیقت ہے۔ اس کے بعد میں نے حضرت ابا جان کی لائبریری سے ہومیوپیتھی کی کتابیں لے کر پڑھنا شروع کیں۔ بعض اوقات ساری ساری رات انہیں پڑھتا رہتا۔ لمبا عرصہ مطالعہ کے بعد مَیں نے دوائیوں اور ان کے مزاج سے واقفیت حاصل کی اور ان کے استعمال اور خصوصیات کا اچھی طرح ذہن میں نقشہ جمایا اور پھر مریضوں کا علاج شروع کیا۔' (دیباچہ کتاب ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل)

آج سے 167 سال پہلے 1849ء میں Royal London Homoeopathic Hospital قائم ہوا جس کی سرپرست ملکہ برطانیہ تھیں۔ ہومیوپیتھی کی تاریخ میں اِس ادارے اور اِس سے منسلک ڈاکٹرز کی بے مثال خدمات ہیں۔ تین سال قبل جب خاکسار کو جلسہ سالانہ UK پر جانے کی سعادت ملی تو اس ہسپتال کو دیکھنے گیا۔ یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا کہ اس ادارے کو ختم کر دیا گیا ہے۔ لیکن جب دورانِ ملاقات حضورِ انور نے ارشاد فرمایا کہ ربوہ میں F.Sc. واقفینِ نو کی ہومیو پیتھک ٹریننگ بھی کی جائے تو دل کو تسلی ہوگئی کہ اب اللہ تعالیٰ نے ہومیوپیتھی با قاعدہ طور پر جماعت کے سپرد کر دی ہے اور خلافتِ احمدیہ کی برکت سے اس کا مستقبل ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا ہے۔ الحمدللہ۔

The Royal London Homeopathic Hospital کی ایک تصویر

اب ضرورت ہے کہ واقفینِ نَو اور واقفاتِ نو پیارے امام کی آواز اور خواہش پر والہانہ لبیک کہتے ہوئے ہومیوپیتھی کے اس عظیم الشان نظامِ شفا کے لئے اپنے آپ کو ٹریننگ کے لئے پیش کریں۔

(الفضل انٹرنیشنل 18 مارچ 2016ء)

☆......☆......☆

نا گویا جاپان میں واقفین نَو بچوں کی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ کلاس

07/نومبر 2013ء بروز جمعرات

پروگرام کے مطابق واقفین نَو بچوں کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ کلاس شروع ہوئی۔

عزیزم خواجہ حیات نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور عزیزم احمد یحییٰ نے اس کا جاپانی زبان میں ترجمہ پیش کیا۔

بعد ازاں عزیزم متین احمد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث پیش کی۔

''حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قابل قدر اور سنجیدہ کام اگر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ بے برکت اور ناقص رہتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ کام جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ ناقص اور برکت سے خالی ہوتا ہے۔''

(ابو داؤد، کتاب الادب، باب الھدیٰ فی الکلام)

اس کے بعد عزیزم یاسر جنود نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا پاکیزہ منظوم کلام

یارو مسیحؑ وقت کہ تھی جن کی انتظار
رہ تکتے تکتے جن کی کروڑوں ہی مَر گئے
آئے بھی اور آ کے چلے بھی گئے وہ آہ!
ایام سعد ان کے بسرعت گزر گئے

خوش الحانی کے ساتھ پڑھ کر سنایا۔

☆ بعد ازاں عزیزم صبور احمد نے **''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جاپان اور جاپانیوں کو تبلیغ اسلام کے بارے میں ارشادات''** پیش کئے:

26/اگست 1905ء کو نماز ظہر سے قبل مسجد مبارک قادیان میں ذکر آیا کہ جاپان میں اسلام کی طرف رغبت معلوم ہوتی ہے اور بعض ہندی مسلمانوں نے وہاں جانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''جن کے اندر خود ہی اسلام کی روح نہیں وہ دوسروں کو کیا فائدہ پہنچائیں گے۔ جب یہ قائل ہیں کہ اب اسلام میں کوئی اس قابل نہیں ہوسکتا کہ خدا اس سے کلام کرے اور وحی کا سلسلہ بند ہے تو یہ ایک مُردہ مذہب کے ساتھ دوسرے پر کیا اثر ڈالیں گے۔ یہ لوگ صرف اپنے پر ہی ظلم نہیں کرتے بلکہ دوسروں پر بھی ظلم کرتے ہیں کہ اُن کو اپنے عقائد اور خراب اعمال دکھا کر اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ ان کے پاس کونسا ہتھیار ہے جس سے یہ غیر مذاہب کو فتح کرنا چاہتے ہیں۔ جاپانیوں کو عمدہ مذہب کی تلاش ہے۔ اُن کی بوسیدہ اور ردّی متاع کو کون لے گا۔ چاہئے کہ اس جماعت میں سے چند آدمی اس کام کے واسطے تیار کئے جائیں جو لیاقت اور جرأت والے ہوں اور تقریر کرنے کا مادہ رکھتے ہوں۔''

(ملفوظات جلد نمبر 7 صفحہ 452۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

نیز جاپان کے متعلق مزید فرماتے ہیں:

''ضعف اسلام کے زمانہ میں جبکہ دین مالی امداد کا سخت محتاج ہے اسلام کی مدد ضرور کرنی چاہئے جیسا کہ ہم نے مثال کے طور پر بیان کیا ہے کہ جاپانیوں کے واسطے ایک کتاب لکھی جاوے۔ اور کسی فصیح و بلیغ جاپانی کو ایک ہزار روپیہ دے کر ترجمہ کرایا جائے اور پھر اس کا دس ہزار نسخہ چھاپ کر جاپان میں شائع کر دیا جاوے۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 22۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر فرماتے ہیں:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ جاپانیوں کو اسلام کی طرف توجہ ہوئی ہے۔ اس لئے کوئی ایسی جامع کتاب ہو جس میں اسلام کی حقیقت پورے طور پر درج کر دی جائے گویا اسلام کی پوری تصویر ہو جس طرح پر انسان سراپا بیان کرتا ہے اور سر سے لے کر پاؤں تک کی تصویر کھینچ دیتا ہے۔ اس طرح سے اس کتاب میں اسلام کی خوبیاں دکھائی جاویں۔ اس کی تعلیم کے سارے پہلوؤں پر بحث ہو اور اس کے ثمرات اور نتائج بھی دکھائے جاویں۔ اخلاقی حصہ الگ ہو اور ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جاوے۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 20۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

☆ اس کے بعد عزیزم مرتاض احمد رضی نے **''جاپان میں احمدیت''** کے عنوان سے اپنا درج ذیل مضمون پیش کیا:

جاپان میں اشاعتِ اسلام کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

جاپان کا قومی پرچم سفید ہے جس کے درمیان میں ایک سُرخ دائرہ ہے جو سورج کی نمائندگی کرتا ہے۔ ''نس ہوکی'' اس کا سرکاری نام ہے۔لیکن ''ہنومارو'' یعنی ''سورج کا دائرہ'' کے نام سے عام طور پر جانا جاتا ہے۔

خواہش کی تکمیل کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کے قیام کے بعد جاپان میں تبلیغ اسلام کے منصوبہ کی بنیاد رکھی۔6 مئی 1935ء کو تحریک جدید کے ماتحت قادیان سے بیرونی ممالک کے لئے مبلغین کا پہلا قافلہ روانہ ہوا۔ان تین مبلغین میں سے ایک مکرم صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز تھے جو 4 جون 1935ء کو جاپان کے ساحلی شہر کوبے (Kobe) پہنچے۔آپ نے زبان سیکھی، سخت مشکل حالات میں بھی خدمت دین کی ذمہ داری ادا کرتے رہے۔کچھ عرصہ کے لئے آپ اسیر راہ مولیٰ ہوئے۔آپ کی موجودگی میں ہی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے دوسرے مبلغ مکرم مولوی عبدالغفور صاحب کو جاپان روانہ فرمایا اور اپنے قلمِ مبارک سے 15 نصائح لکھ کر دیں۔جنگ عظیم دوم کی وجہ سے 1941ء میں آپ کو واپس قادیان جانا پڑا۔

جنگ عظیم میں شکست کے بعد 1951ء میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے ایک ٹوٹے پھوٹے ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے تاریخی کردار ادا کیا۔

1959ء میں مکرم محمد اویس کو بایاشی صاحب ربوہ گئے اور حصول تعلیم کے بعد اسلام احمدیت کی آغوش میں داخل ہوگئے۔1968ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر تحریک جدید جاپان تشریف لائے اور آپ کے دورہ کے بعد 8 ستمبر 1969ء کو مکرم میجر عبدالحمید صاحب مبلغ سلسلہ ربوہ سے ٹوکیو کے لئے روانہ ہوئے۔اور جاپان میں اسلام احمدیت کی تبلیغ اور اشاعت کا مستقل مرکز قائم ہوگیا۔

11 ستمبر 1981ء کو جاپان کے وسطی شہر ناگویا میں ایک مکان خریدنے کی توفیق ملی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس کا نام ''احمدیہ سنٹر'' تجویز فرمایا۔

1989ء جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک یادگار سال ہے۔جب جماعت کے قیام پر 100 سال مکمل ہوئے۔جماعت احمدیہ جاپان کے لئے یہ سال غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اسی سال جماعت کو قرآن کریم کا جاپانی زبان میں ترجمہ شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔اور یہی وہ مبارک سال ہے جب سرزمین جاپان نے پہلی دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح کے قدم چومنے کی سعادت حاصل کی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ ایک ہفتہ جاپان میں قیام پذیر رہے۔آپ نے 28 جولائی 1989ء کا خطبہ جمعہ بھی ناگویا سے ارشاد فرمایا۔

خلافت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی سے قبل 2006ء کا سال بھی جماعت احمدیہ جاپان کے لئے ایک یادگار حیثیت رکھتا ہے، جب ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جاپان تشریف لائے۔12 مئی 2006ء کا خطبہ جمعہ جاپان سے Live نشر ہوا۔

اس وقت ٹوکیو اور ناگویا دو مقامات پر جماعت کے مراکز قائم ہیں۔جاپان میں پہلی مسجد کے لئے جگہ خریدی جاچکی ہے اور پیارے حضور کی خدمت میں دعاؤں کی عاجزانہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کو پورا فرمائے اور جماعت احمدیہ جاپان احسن رنگ میں اسلام احمدیت کی تبلیغ کرنے والی ہو۔آمین

☆ بعد ازاں عزیزم مرزا معظم بیگ نے **''جاپان میں آنے والے زلزلے و تسونامی اور حضور انور کی خدمت میں دعاؤں کی درخواست''** کے موضوع پر اپنا درج ذیل مضمون پیش کیا:

3 مارچ 2011ء کو جاپان کے شمال مشرقی علاقوں میں ایک شدید زلزلہ آیا

جس کی شدت 9.0 ریکارڈ کی گئی۔ دنیا کی تاریخ میں اب تک آنے والے زلزلوں میں سے اسے چوتھا بدترین زلزلہ کہا جارہا ہے۔ اس زلزلہ کے بعد چھ اور سات شدت کے کئی آفٹر شاکس بھی آئے لیکن سب سے زیادہ بدترین اور خوفناک آفت تسونامی تھی۔

تسونامی جاپانی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے سمندر کی لہر۔ اور اس زلزلہ کے بعد دنیا کی سب سے بلند اور خطرناک تسونامی برپا ہوئی۔ زلزلہ کا مرکز جاپان کے ساحل سے 69 کلومیٹر دور تھا اور 10 سے 30 منٹ کے دوران ہی تسونامی کی بڑی لہریں خشکی تک آ پہنچیں۔ تسونامی کی بلندترین لہر 40 میٹر سے بھی زائد تھی لیکن دس بارہ میٹر تک کی لہریں سینڈائی اور دیگر نواحی علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے گئیں۔ Minami Sanriku شہر میں دس ہزار کے قریب لوگ لاپتہ ہوئے اور سب سے زیادہ اموات اشی نوما کی شہر میں ریکارڈ کی گئیں۔

تیس منٹ کے اندر ہی تسونامی نے بڑے بڑے جہاز اور گاڑیوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر سمندر میں لا پھینکا اور ہزارہا کی تعداد میں کشتیاں اور بحری جہاز سمندروں سے نکل کر خشکی پر آ پہنچے۔

زلزلہ اور تسونامی کے فوری بعد سے جماعت احمدیہ جاپان کو بھی چھ ماہ تک متاثرین کی خدمت کا موقع ملا۔ ہیومینٹی فرسٹ جاپان کی مختلف ٹیموں نے جو تصاویر لیں ان میں سے کچھ اس طرح ہیں۔ (اس کے بعد کچھ تصاویر پیش کی گئیں)

جاپان میں بکثرت زلزلے آتے رہتے ہیں اور آئندہ تیس سالوں کے دوران ناگویا اور ٹوکیو کے علاقوں میں بھی ایک بہت بڑے زلزلے کی پیشگوئی کی جارہی ہے۔ جاپان میں سکولوں کے پہلے دن بچوں کو زلزلوں سے بچنے کی مشقیں کروائی جاتی ہیں اور حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کے طریق سکھائے جاتے ہیں۔ عام طور پر عمارتیں اور پُل وغیرہ بھی ایسے بنائے جاتے ہیں جو آٹھ تک کی شدت کے زلزلہ کو بھی برداشت کرسکتے ہیں۔ لیکن تسونامی ایک ایسی آفت ہے جس نے جاپانی قوم کو بہت پریشان کر رکھا ہے۔ خاص طور پر ایٹمی ری ایکٹرز کی تباہی نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی حملوں سے بھی زیادہ تشویش پھیلائی ہے۔

پیارے حضور کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جاپانی قوم کو زلزلوں اور تسونامی کی آفات سے محفوظ رکھے اور انہیں اپنے خالق و مالک کو پہچاننے اور اس کی حفاظت میں آنے کی توفیق بخشے۔ آمین

مجلس سوال جواب

بعدازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے بعض بچوں نے سوالات کئے۔

❁ ...... **ایک بچے نے سوال کیا کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑا نبی کیوں بنایا؟**

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے نبی ہیں۔ آپؐ پر شریعت کامل ہوئی ہے۔

حضور انور نے فرمایا: جس طرح انسان کی آہستہ آہستہ ڈویلپمنٹ ہوئی ہے اور انسان کی ذہنی سوچ اور صلاحیت کا ارتقا ہوا ہے اور انسان ترقی کرتے کرتے اپنی کاملیت کو پہنچا ہے۔ اسی طرح انسان کی صلاحیت کے ارتقا کے ساتھ ساتھ مذہب اور شریعت میں بھی ارتقا ہوتا رہا۔ مختلف اقوام اور علاقوں کی طرف انبیاء اپنے اپنے دَور میں آتے رہے اور ہر نئے دور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت کے نئے احکامات نازل ہوتے رہے ہیں اور شریعت آہستہ آہستہ اپنی کاملیت کی طرف بڑھتی رہی ہے۔ بالآخر جب انسان کا ارتقا اپنے کمال تک پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپؐ پر دین بھی کامل ہوا اور شریعت بھی کامل ہوئی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کو علم تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جب انسان کامل ہوگا اور اس وقت اللہ تعالیٰ ایک ایسے عظیم الشان نبی کو مبعوث فرمائے گا جس پر دین بھی اور شریعت بھی کامل کر دی جائے گی۔ اسی لئے تو حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے خدا! جو ایسا عظیم المرتبت نبی آنا ہے وہ میری اُمّت میں سے آئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے سب سے عظیم المرتبت نبی ہیں کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے دین بھی کامل کیا اور شریعت بھی کامل کی اور شریعت کی آخری کتاب قرآن کریم آپؐ پر نازل ہوئی۔

حضور انور نے فرمایا: ابھی تک جو معلوم دنیا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی سب سے بڑا مقام ہے اور قرآن کریم کی شریعت ہی کامل ہے اور آئندہ زمانوں کے لئے بھی ہے۔ اگر آئندہ کسی وقت کوئی ایسے علاقے یا زون سامنے آئیں اور نئی دنیا کی دریافت ہوئی تو وہاں آباد قوموں کے لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی یہ شریعت ہوگی اور آپ کا ہی پیغام ان تک پہنچے گا۔ کیونکہ آپ کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے۔

حضور انور نے آسٹریلیا میں آباد Aborigines قوم کی مثال دیتے ہوئے بیان فرمایا کہ یہ قوم پچاس ساٹھ ہزار سال پرانی ہے۔ لیکن جب اس قوم کے وجود کا پتہ چلا تو پھر ان تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا، اور اس قوم میں سے بعض لوگوں نے اسے قبول بھی کیا۔

﷽......ایک بچے نے یہ سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے نجات پا کر کشمیر کی طرف گئے اور پھر وہاں دفن ہیں۔ عیسائیوں نے بھی اس بارہ میں بہت بہتر ریسرچ کی ہے تو پھر وہ کیوں نہیں مانتے کہ حضرت عیسیٰؑ کشمیر میں دفن ہیں؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ عیسائیوں کی اس بارہ میں بہتر ریسرچ ہے ٹھیک ہے لیکن آنکھیں اندھی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ایک عیسائی سے بحث ہو رہی تھی۔ آپ نے ثابت کیا کہ تمہارا نظریہ تثلیث کا غلط ہے۔ اس پر عیسائی کو جواب دینے کے لئے کوئی دلیل نہ ملی تو کہنے لگا کہ ایشین کا دماغ ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتا۔

اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے کہا کہ تم نے مسئلہ حل کر دیا ہے۔ تمہاری تو اپنی کتابوں کی رو سے عیسیٰؑ ایشین تھے جب ان کو اس مسئلہ کی سمجھ نہیں آئی تو پھر تم کو کہاں آنی ہے۔

﷽......ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ بعض سائنسدان کہتے ہیں کہ اور سیاروں میں زندگی ہے۔ لیکن ابھی تک تو ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن ہر جگہ خدا کی مخلوق ہوسکتی ہے۔

﷽......ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے جب اس بات کا اظہار کیا کہ میں خدا تعالیٰ کی ذات کو دیکھنا چاہتا ہوں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ہرگز مجھے نہ دیکھ سکے گا۔ لیکن تو اس پہاڑ کی طرف دیکھ۔ پس اگر یہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو پھر تو بھی مجھے دیکھ سکے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی کی اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے۔ **حضور انور نے فرمایا** اللہ تعالیٰ تو نُور ہے۔ اس کو کیسے دیکھا جا سکتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ پر ایمان پہلے ہی تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو خدا تعالیٰ کا جلوہ بھی نہ دیکھ سکے۔

حضور انور نے فرمایا خدا تعالیٰ تو ہمیں ہر چیز میں نظر آتا ہے۔ آپ کا یہاں فیوجی (Fuji) پہاڑ ہے، درخت ہیں، جنگل ہے، دوسرے پہاڑ ہیں، سبزے ہیں اور زلزلے بھی آتے ہیں۔ ان سب میں خدا تعالیٰ کے جلوے، خدا تعالیٰ کی قدرتیں نظر آتی ہیں۔

﷽......روزانہ موصول ہونے والے خطوط کے حوالہ سے ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: روزانہ پندرہ سو سے دو ہزار خطوط ہو جاتے ہیں۔ چھ سات سو خطوط کا میں روزانہ دستخط کر کے جواب دیتا ہوں۔ باقی کچھ جواب پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے بھجوائے جاتے ہیں۔ لیکن مَیں سب خطوط پڑھتا ہوں یا اس کا خلاصہ دیکھ لیتا ہوں۔ اس طرح ہر خط میری نظر سے گزرتا ہے۔

﷽......ایک بچے نے سوال کیا کہ حضور انور نے کیا سوچا تھا کہ بڑے ہو کر کیا بنیں گے؟ اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا جو سوچا تھا وہ بنا نہیں۔ ایک خیال تھا کہ ڈاکٹر بنوں گا، پھر فوج میں بھی جانے کی خواہش تھی جو پوری نہ ہوئی۔

واقفین نو بچوں کی حضور انور کے ساتھ یہ کلاس چھ بج کر پچپن منٹ پر ختم ہوئی۔

(الفضل انٹرنیشنل 17 ؍جنوری 2014ء)

Waqf-e-Nau Central Department

22 Deer Park Road

London SW19 3TL

UK

editorurdu@ismaelmagazine.org

Tel: +44 (0)20 8544 7633

Fax: +44 (0)20 8544 7643

تاریخِ احمدیت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بطور کاسر صلیب

ادغان احمد باجوہ۔ جرمنی

''سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔''

(فتح اسلام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 10)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رجحان ہمیشہ سے ہی عیسائی مذہب کے مطالعہ کی جانب رہا۔ لگتا ہے کہ خدا خود بچپن سے ہی آپ کو اس مقصدِ عظیم کے لئے تیار فرما رہا تھا۔ چنانچہ اس بات کا اظہار کرتے ہوئے آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''میں پندرہ برس کا تھا جب سے ان (عیسائیوں۔ناقل) کے اور میرے درمیان مباحثات شروع ہیں۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 430۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اس اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو شروع سے ہی عیسائی مذہب سے ایسے مقابلہ کا میدان میسر آ گیا تھا جس نے آگے چل کر پورے محاذ کی شکل اختیار کرنی تھی۔ اور یہ چھوٹے مباحثات کا میدان ایک بڑا محاذ بنا جس نے عیسائی مذہب کی دن دوگنی ہوتی ترقی کی گاڑی کو ایک قوی ہیکل پہلوان کی صورت بالکل روک دیا۔

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 225)

حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''عیسائی مذہب کے استیصال کے لئے ہمارے پاس تو ایک دریا ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ یہ طلسم ٹوٹ جاوے۔ اور وہ بُت جو صلیب کا بنایا گیا ہے گر پڑے۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 106۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب دعوۃ الامیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عیسائیت کے خلاف اس جہاد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ نے اسلام کی حفاظت اور اس کی تائید میں اس قدر کوشش کی کہ
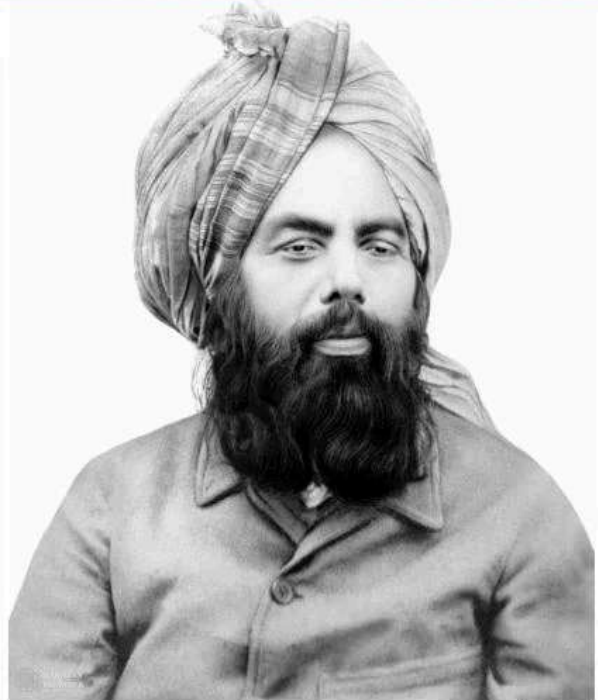
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں عیسائیت کے خلاف قدرتی طور پر ایک الگ مادہ ودیعت تھا جس کی بدولت آپؑ نے عیسائیت کے مقابلہ میں ایسا لاجواب لٹریچر چھوڑا جس کا جواب دینا باوجود چاہنے کے آج تک عیسائیوں سے ممکن نہیں ہوسکا۔

حضرت اقدسؑ نے نا امید اور دل ہارے ہوئے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار اُن کے لئے ہزیمت ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 بقیہ حاشیہ صفحہ 254)

نیز آپ نے فرمایا:۔

آخر دشمنان اسلام کو تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام مُردہ نہیں بلکہ زندہ مذہب ہے اور ان کو فکر پڑ گئی کہ ہمارے مذہب اسلام کے مقابلہ میں کیونکر ٹھہریں گے۔ اور اس وقت اس مذہب (یعنی عیسائیت) کی جو سب سے زیادہ اپنی کامیابی پر اترا رہا تھا اور اسلام کو اپنا شکار سمجھ رہا تھا یہ حالت ہے کہ اس کے مبلغ حضرت اقدسؑ کے خدام سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح گدھے شیروں سے بھاگتے ہیں اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ احمدی کے مقابلے پر کھڑا ہو جائے۔ آج آپ کے ذریعے سے اسلام سب مذاہب پر غالب ہو چکا ہے کیونکہ دلائل کی تلوار ایسی کاری تلوار ہے کہ گو اس کی ضرب دیر بعد اپنا اثر دکھاتی ہے مگر اس کا اثر نہ مٹنے والا ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیحیت گو ابھی اسی طرح دنیا کو گھیرے ہوئے ہے جس طرح پہلے تھی اور دیگر ادیان بھی اسی طرح قائم ہیں جس طرح پہلے تھے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی موت کی گھنٹی بج چکی ہے اور ان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔...... حضرت اقدس نے ان پر ایسا وار کیا کہ اس کی زد سے وہ جانبر نہیں ہو سکتے اور جلد یا بدیر ایک مُردہ ڈھیر کی طرح اسلام کے قدموں پر گریں گے۔'' (دعوۃ الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 434)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف عیسائیوں کے خلاف کتب تحریر کیں بلکہ ان کو مقابلہ پر بھی بلایا۔ آپؑ نے عیسائیت کو سرنگوں کرنے کے لئے ہر ممکن طریق اختیار فرمایا۔ ایک طرف عیسائیت کے غلط عقائد کا بطلان ثابت کیا اور دوسری طرف عیسائیت کے ماننے والوں کو نشان نمائی کے میدان میں عاجز اور لاچار کر دیا۔ آپ نے ہر پادری کو اور ہر عیسائی کو مقابلہ کی دعوت دی اور اس طرح پر ان پر اتمامِ حجت کر دی کہ اب یہ مذہب اس قابل نہیں رہا کہ اس کے ماننے والے اس پر فخر کر سکیں ور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دے سکیں۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند   ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 224)

ذیل میں چند کتب کے نام تحریر ہیں جن میں خاص طور پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیت کے خلاف اپنے دلائل کو بیان فرمایا ہے۔ ان کتب میں جنگ مقدس، چشمہ مسیحی، راز حقیقت، مسیح ہندوستان میں، کتاب البریہ، ستارۂ قیصریہ، سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب، انجام آتھم اور نور الحق۔

ان کتب میں بیان فرمودہ دلائل اتنے وزنی، متنوع اور قطعی ہیں کہ عیسائی ہرگز ان کا جواب نہیں دے سکتے۔ اگر ان دلائل کو بنظر غائر دیکھا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دلائل کا بحر ذخار ہے ایک عظیم سیل رواں ہے جو عیسائیت کے سب باطل عقائد، شکوک وشبہات اور وساوس کو خس وخاشاک کی طرح بہائے چلا جاتا ہے۔ عیسائیت کے خلاف آپ کے دلائل اپنی کیفیت، کمیت، قطعیت اور حقیقت کے اعتبار سے ایسے مہلک اور باطل شکن ہیں کہ انہوں نے عالم عیسائیت میں ایک لرزہ طاری کر دیا ہے۔ آپ نے عقلی اور نقلی دلائل کے علاوہ مشاہدہ اور نشان نمائی کے ذریعہ اس مذہب پر اتمام حجت قائم کی اور ہر باطل عقیدہ کی جڑ پر ایسے کاری وار کئے کہ اس پر استوار کی جانے والی بلند و بالا عالی شان عمارت دیکھتے ہی دیکھتے پیوند زمین ہو گئی۔ آپ نے عیسائی عقائد کا ایسا عقلی اور منطقی تجزیہ فرمایا کہ اب عیسائیوں کو کوئی بھی راہِ فرار دکھائی نہیں دیتی۔ جو عیسائی پہلے اسلام پر حملہ آور ہوئے تھے اور اسے اپنا شکار سمجھتے تھے اس علم کلام کے نتیجہ میں اب وہی عیسائی جارحیت کی بجائے دفاعی کارروائی کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور اس امر کا برملا اعتراف کیا جا رہا ہے کہ اب اسلام کا حملہ ایسا شدید ہے کہ عیسائیت سرنگوں ہوتی جا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریرات کی بدولت ایک طرف غلبۂ اسلام کا اور دوسری طرف عیسائیت کے استیصال کا ایسا سامان مہیا فرما دیا ہے کہ اب قیامت تک دشمنوں کو ان دلائل کا توڑ پیش کرنے کی ہمت نہیں ہوگی۔ حضرت المصلح الموعودرضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس کارنامہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''چوتھا حربہ جو آپؑ نے اسلام کو غالب کرنے کے لئے استعمال کیا اور جس نے اسلام کے خلاف تمام مباحثات کے سلسلے کو بدل دیا ہے اور غیر مذاہب کے پیروؤں کے ہوش اڑا دئے ہیں یہ ہے کہ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے رائج الوقت علمِ کلام کو بالکل بدل دیا اور اس کے ایسے اصول مقرر فرمائے کہ نہ تو دشمن انکار کر سکتا ہے اور نہ ان کے مطابق وہ اسلام کے مقابلے میں ٹھہر سکتا ہے اگر وہ ان اصولوں کو رد کرتا ہے تب بھی مرتا ہے اور اگر قبول کرتا ہے تب بھی مرتا ہے۔ نہ فرار میں اسے نجات نظر آتی ہے نہ مقابلے میں حفاظت۔''

(دعوۃ الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 444)

عیسائیت سے مقابلہ کا طریق

عیسائیت کے ابطال کے سلسلہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک باریک بین، حق شناس محقق کی نظر سے یہ تجزیہ فرمایا ہے کہ کس طرح عیسائیت پر غلبہ پایا جا سکتا ہے۔ آپؑ نے بتایا ہے کہ کن طریقوں کو عیسائیت پر غلبہ پانے کے لئے استعمال کیا جائے۔ اور کن طریقوں کو استعمال نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس بارہ میں آپؑ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

''عیسائی مذہب کو گرانے کے لئے جو صورتیں ذہن میں آ سکتی ہیں وہ صرف تین ہیں:

(1) اوّل یہ کہ تلوار سے اور لڑائیوں سے اور جبر سے عیسائیوں کو

مسلمان کیا جائے جیسا کہ عام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ اُن کا فرضی مسیح موعود اور مہدی معہود یہی کام دنیا میں آ کر کرے گا اور اس میں صرف اِسی قدر لیاقت ہوگی کہ خونریزی اور جبر سے لوگوں کو مسلمان کرنا چاہے گا لیکن جس قدر اس کارروائی میں فساد ہیں حاجتِ بیان نہیں۔ ایک شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ دلیل کافی ہوسکتی ہے کہ وہ لوگوں کو جبر سے اپنے دین میں داخل کرنا چاہے۔ **لہٰذا یہ طریق اشاعتِ دین کا ہرگز درست نہیں ہے اور اس طریق کے اُمیدوار اور اس کے انتظار کرنے والے صرف وہی لوگ ہیں جو درندوں کی صفات اپنے اندر رکھتے ہیں☆ اور آیت لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ(البقرة:257) سے بے خبر ہیں۔**

[☆تمام سچے مسلمان جو دُنیا میں گزرے کبھی ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوا کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہئے بلکہ ہمیشہ اسلام اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے دُنیا میں پھیلا ہے۔ پس جو لوگ مسلمان کہلا کر صرف یہی بات جانتے ہیں کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہئے وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں اور ان کی کارروائی درندوں کی کارروائی سے مشابہ ہے۔ منہ]

(2) دوسری صورت صلیبی مذہب پر غلبہ پانے کی یہ ہے کہ معمولی مباحثات سے جو ہمیشہ اہلِ مذہب کیا کرتے ہیں اس مذہب کو مغلوب کیا جائے۔ **مگر یہ صورت بھی ہرگز کامل کامیابی کا ذریعہ نہیں ہوسکتی کیونکہ اکثر مباحثات کا میدان وسیع ہوتا ہے اور دلائلِ عقلیہ اکثر نظری ہوتے ہیں اور ہر ایک نادان اور موٹی عقل والے کا کام نہیں کہ عقلی اور نقلی دلائل کو سمجھ سکے۔ اس لئے بُت پرستوں کی قوم باوجود قابل شرم عقیدوں کے اب تک جابجا دنیا میں پائی جاتی ہے۔''**

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 166)

پھر تیسری اور اصل صورت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تیسری صورت صلیبی مذہب پر غلبہ پانے کی یہ ہے کہ آسمانی نشانوں سے اسلام کی برکت اور عزت ظاہر کی جائے اور زمین کے واقعات سے امور محسوسہ بدیہیہ کی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں بلکہ اپنی طبعی موت سے مر گئے۔'' (تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 167)

اس تیسری صورت پر آپ علیہ السلام تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ تیسری صورت ایسی ہے کہ ایک متعصب عیسائی بھی اقرار کرسکتا ہے کہ اگر یہ بات بپایۂ ثبوت پہنچ جائے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے تو پھر عیسائی مذہب باطل ہے اور کفارہ اور تثلیث سب باطل اور پھر اس کے ساتھ جب آسمانی نشان بھی اسلام کی تائید میں دکھلائے جائیں تو گویا اسلام میں داخل ہونے کے لئے تمام زمین کے عیسائیوں پر رحمت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ سو یہی تیسری صورت ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو مجھے آسمانی نشان عطا فرمائے ہیں اور کوئی نہیں کہ ان میں میرا مقابلہ کر سکے۔ اور دنیا میں کوئی عیسائی نہیں کہ جو آسمانی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے۔ اور دُوسرے خدا کے فضل اور کرم اور رحم نے میرے پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صلیب پر فوت ہوئے نہ آسمان پر چڑھے بلکہ صلیب سے نجات پا کر کشمیر کے ملک میں آئے اور اسی جگہ وفات پائی۔'' (تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 167-168)

گویا حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک عیسائیت پر غلبہ پانے کی سب سے بہتر اور کارگر صورت یہی ہے کہ دلائل اور نشان نمائی کے میدان میں دشمن کو مغلوب کیا جائے۔ حقیقت بھی ہے یہی کہ اسی صورت میں کسی مذہب پر غلبہ پایا جاسکتا ہے کہ دلائل کے میدان میں اس کا باطل ہونا اور نشانات کے میدان میں اس کا مردہ ہونا ثابت کر دیا جائے۔

....

جنگ مقدس کا ایک ایمان افروز واقعہ

پیارے واقفین نو! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام اور عیسائیوں کے درمیان جو عظیم مباحثہ 22 مئی تا 5 جون 1893ء کو ہوا تھا وہ روحانی خزائن کی جلد 6 میں "جنگ مقدس" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔اسلام کے دفاع کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فریق قرار پائے اور عیسائیت کی دفاع میں عبد اللہ آتھم۔اس مباحثہ میں اسلام کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اور عیسائیوں کو شکستِ فاش ہوئی۔مباحثہ کے دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اِس مباحثہ میں ایک عجیب واقعہ گزرا جس میں دوست دشمن آپ کی خداداد ذہانت بلکہ الٰہی تائید کے قائل ہو گئے اور وہ یہ کہ گو بحث اَور اُمور پر ہو رہی تھی مگر مسیحیوں نے آپ کو شرمندہ کرنے کے لیے ایک دن کچھ لُولے،لنگڑے اور اندھے اکٹھے کئے اور عین دورانِ مباحثہ میں آپ کے سامنے لا کر کہا کہ آپ مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں،وہ تو لولے لنگڑے اور اندھوں کو اچھا کیا کرتے تھے۔

پس آپ کا دعویٰ تب ہی سچا ہوسکتا ہے جب کہ آپ بھی ایسے مریضوں کو اچھا کر کے دکھلائیں اور دور جانے کی ضرورت نہیں مریض حاضر ہیں۔جب انہوں نے یہ بات پیش کی سب لوگ حیران رہ گئے اور ہر ایک شخص محوِ حیرت ہو کر اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ دیکھیں کہ مرزا صاحب اِس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ اور مسیحی اپنی اس عجیب کارروائی پر بہت خوش ہوئے کہ آج اِن پر نہایت سخت حجت تمام ہوئی ہے اور بھری مجلس میں کیسی خجالت اُٹھانی پڑی ہے۔لیکن جب آپ نے اِس مطالبہ کا جواب دیا تو اُن کی ساری خوشی مبدل بہ افسوس و ندامت ہوگئی اور فتح شکست سے بدل گئی اور سب لوگ آپ کے جواب کی برجستگی و معقولیت کے قائل ہوگئے۔آپ نے فرمایا کہ اِس قسم کے مریضوں کو اچھا کرنا تو انجیل میں لکھا ہے،ہم تو اِس کے قائل ہی نہیں بلکہ ہمارے نزدیک تو حضرت مسیحؑ کے معجزات کا رنگ ہی اَور تھا۔یہ تو انجیل کا دعویٰ ہے کہ وہ ایسے بیماروں کو جسمانی رنگ میں اچھا کرتے تھے اور اس طرح ہاتھ پھیر کر نہ کہ دعا اور دوا سے۔لیکن انجیل میں لکھا ہے کہ اگر تم میں ذرّہ بھر بھی ایمان ہو تو تم لوگ اِس سے بڑھ کر عجیب کام کر سکتے ہو۔پس اِن مریضوں کا ہمارے سامنے پیش کرنا آپ لوگوں کا کام نہیں بلکہ ہمارا کام ہے اور اب ہم اِن مریضوں کو جو آپ لوگوں نے نہایت مہربانی سے جمع کر لئے ہیں آپ کے سامنے پیش کر کے کہتے ہیں کہ براہِ مہربانی انجیل کے حکم کے ماتحت اگر آپ لوگوں میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے تو اِن مریضوں پر ہاتھ رکھ کر کہیں کہ اچھے ہوجاؤ۔اگر یہ اچھے ہوگئے تو ہم یقین کرلیں گے کہ آپ لوگ اور آپ کا مذہب سچا ہے ورنہ جو دعویٰ آپ لوگوں نے خود کیا ہے اُسے بھی پورا نہ کرسکیں تو پھر آپ کی صداقت پر کس طرح یقین کیا جا سکتا ہے۔اِس جواب کا ایسا اثر ہوا کہ مسیحی بالکل خاموش ہوگئے اور کچھ جواب نہ دے سکے اور بات ٹال دی۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تصنیف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ)

☆......☆......☆

ٹائیٹل بار دوم

جنگ مقدّس

یعنے

تحقیق حق کیواسطے اہل اسلام اور عیسائیان امرت سر میں بمقام امرت سر

مباحثہ

۲۲-مئی ۱۸۹۳ء سے شروع ہوکر ۵-جون ۱۸۹۳ء کو

ختم ہوا

اہل اسلام کی طرف سے حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی بحث کے لئے قادیاں سے امرتسر تشریف لائے اور عیسائی صاحبان کیطرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب پنشنر انتخاب ہوکر جلسہ مباحثہ میں پیش ہوئے۔راقم کو مصدقہ تحریریں چھاپکر مشتہر کرنے کی جلسہ بحث میں ہر دو جانب سے اجازت دی گئی۔

جو

حرف بحرف مطابق روزانہ مصدقہ بحث ہر دو جانب چھپکر شائع ہوا کی اور وہ سب کاپیاں فروخت ہوگئیں۔اب بار دوم اُسی حیثیت سے شائقین کے لئے چھاپی گئی ہیں

راقم

شیخ نور احمدؐ مالک و مہتمم ریاض ہند پریس امرت سر (پنجاب)

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر

عَرَبی۔اُردو

پچھلے شمارہ میں ہم نے فعل ماضی کے بارہ میں بتایا تھا۔اسی تسلسل میں ہم آپ کو مزید چند باتیں بتائیں گے۔فعل ماضی میں فعل کے آخری حروف تبدیل ہوتے ہیں اور شروع کے حروف اسی طرح رہتے ہیں۔ کَتَبَ کی گردان درج ذیل ہے۔قرآن کریم میں سے مختلف افعال کی مثالیں دی گئی ہیں۔

أَنَا	مَیں	كَتَبْتُ	میں نے لکھا	وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآئِيْ۔ اور میں یقیناً اپنے بعد اپنے شرکاء سے ڈرتا ہوں (سورۃ مریم آیت 6)
نَحْنُ	ہم	كَتَبْنَا	ہم نے لکھا	اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُوْنَ۔ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔(سورۃ البقرۃ آیت 4)
هُوَ	وہ (مذکر)	كَتَبَ	اُس (مذکر) نے لکھا	كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ۔ اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔(سورۃ المجادلہ آیت 22)
هِيَ	وہ (مؤنث)	كَتَبَتْ	اُس (مؤنث) نے لکھا	قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ۔اُس نے کہا اے میرے ربّ! میرے کیسے بیٹا ہوگا جبکہ کسی بشر نے مجھے نہیں چھوا۔(سورۃ آل عمران آیت 48)
هُمَا	وہ دو (هُمَا دونوں مذکر اور مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے)	كَتَبَا	اُن دونوں نے لکھا	مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ۔ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ۔ مسیح ابن مریم ایک رسول ہی تو ہے۔اس سے پہلے جتنے رسول تھے سب کے سب گزر چکے ہیں۔اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔(سورۃ المائدۃ آیت 76)
هُمْ	وہ سب (مذکر)	كَتَبُوْا	اُن سب (مذکر) نے لکھا	وَ حَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ۔اور انہوں نے گمان کیا کہ کوئی فتنہ برپا نہ ہوگا۔ (سورۃ المائدۃ آیت 72)
هُنَّ	وہ سب (مؤنث)	كَتَبْنَ	اُن سب (مؤنث) نے لکھا	فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ۔اس سے پوچھو اُن عورتوں کا کیا قصہ ہے جو اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھی تھیں۔(سورۃ یوسف 51)
أَنْتَ	تُو (مذکر)	كَتَبْتَ	تُو (مذکر) نے لکھا	وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ۔ اور انہوں نے کہا اے ہمارے ربّ! تو نے کیوں ہم پر قتال فرض کر دیا۔* (کَتَبَ کے ایک معنی فرض کرنے کے بھی ہیں۔)(سورۃ النساء:78)
أَنْتِ	تُو (مؤنث)	كَتَبْتِ	تُو (مؤنث) نے لکھا	فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ۔پس جب تُو اُس کے بارہ میں خوف محسوس کرے تو اسے دریا میں ڈال دے۔(سورۃ القصص:8)
أَنْتُمَا	تم دو (أَنْتُمَا دونوں مذکر اور مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے)	كَتَبْتُمَا	تُم (دونوں) نے لکھا	وَ قُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا۔ اور ہم نے کہا اے آدم! تو اور تیری زوجہ جنت میں سکونت اختیار کرو اور تم دونوں اس میں جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ۔(سورۃ البقرۃ:36)
أَنْتُمْ	تُم سب (مذکر)	كَتَبْتُمْ	تُم سب (مذکر) نے لکھا	كُنْتُمْ اَمْوَاتًا۔تُم مردہ تھے۔(سورۃ البقرۃ آیت 29)
أَنْتُنَّ	تُم سب (مؤنث)	كَتَبْتُنَّ	تُم سب (مؤنث) نے لکھا	اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ۔ جب تم نے یوسف کو اس کے نفس کے بارہ میں پھسلانا چاہا تھا۔(سورۃ یوسف آیت 52)

نوٹ: قرآن کریم کی آیات میں نیلے رنگ میں عربی الفاظ اسی طرز پر استعمال ہوئے ہیں۔

عَرَبِی ۔ اُردو

مَکْتَبٌ

مَا هٰذَا؟ یہ کیا ہے؟

هٰذَا مَکْتَبٌ۔
یہ آفس ٹیبل ہے۔

بَابٌ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شائع کردہ عربی فقرات

درج ذیل عربی فقرات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لئے مرتب کئے تھے تا کہ افراد جماعت احمدیہ انہیں یاد کریں اور عربی زبان آ جائے۔ عربی جملوں اور اُن کے ترجمہ کو اُسی طرح شائع کیا جارہا ہے جس طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شائع کروائے۔

اَلْیَوْمَ مَا اَطْبَخُ لَکُمْ	آج مَیں تمہارے لئے کیا پکاؤں؟
اِثْفَ الْقِدْرَ	چولہے پر ہانڈی رکھ۔
مَا اَکَلْتَ الْیَوْمَ	آج تُو نے کیا کھایا؟
اَکَلْتُ الرَّائِبَ وَ الْقَرْعَ	مَیں نے دہی اور کدّو (رائتہ) کھایا۔
اَیْنَ خَتَنُکَ	تیرا داماد کہاں ہے؟
اَیْنَ صِہْرُکَ	تیرا خسر کہاں ہے؟

نوٹ: تمام سوالات مذکر کو مخاطب ہیں۔ (مدیر)............**(باقی آئندہ)**

اردو

محاورات

محاورات	معنی	استعمال
بڑا بول بولنا	غرور کرنا	آدمی کو کبھی بڑا بول نہ بولنا چاہئے۔
بول بالا ہونا	شہرت ہونا	مقابلہ میں جیت کر ساجد کا بول بالا ہو گیا۔
پاپڑ بیلنا	مشکلات برداشت کرنا	تمہیں کیا معلوم تمہارے باپ نے تمہاری تعلیم کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلے ہیں۔
پانی پھیر دینا	ضائع کر دینا	اُس نے تو میرے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔
پھونک پھونک کر قدم رکھنا	بہت احتیاط کرنا	زمانہ بڑا نازک ہے۔ پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے۔
تیوری چڑھانا	غصّے میں آنا	پروفیسر صاحب تیوری چڑھائے داخل ہوئے اور تمام لڑکے خاموش ہو گئے۔
تختہ اُلٹنا	برباد ہونا	ایک نہ ایک دن ظالم بادشاہ کا تختہ الٹے گا۔
ٹَس سے مس نہ ہونا	ذرا اثر نہ ہونا	مَیں نے بہتیرا سمجھایا لیکن وہ ٹَس سے مس نہ ہوا۔
ٹھیس لگنا	صدمہ پہنچنا	مجھے اس کی باتوں سے بہت ٹھیس لگی ہے۔

تم یقیناً خاص ہو! گر اپنے مولا کے بنو!!

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 28/اکتوبر 2016ء سے متأثر ہو کر واقفین نَو سے کی گئی خوبصورت نصائح کی روشنی میں

تم متاع جاں ہو میری، قیمتی احساس ہو	اے مرے بچے، مرے لختِ جگر تم خاص ہو
تم یقیناً خاص ہو! گر اپنے مولا کے بنو!!	چھوڑ کر دنیا فقط تم اس کے رستے کو چنو
رات دن اس مہرباں معبود کے احساں گنو	بھول کر دنیا کی باتیں، اُس کی باتوں کو سنو
اُس کی مانو جو رگ جاں سے بھی زیادہ پاس ہو	اے مرے بچے، مرے لختِ جگر تم خاص ہو
تم ہو سب سے بہتریں گر تم میں ہے خوفِ خدا	تم ہو اعلیٰ تر، اگر کرتے ہو سارے حق ادا
گفتگو میں عاجزی، نظروں میں مخفی ہو حیا	تم اگر اخلاق اور کردار میں ہو باصفا
اس زمانے کی تمہی امید ہو، تم آس ہو	اے مرے بچے،مرے لخت جگر تم خاص ہو
تم کو جب دیکھے زمانہ بول اٹھے مَرحبا!	ہر محاذِ زندگی پر تم نظر آؤ جُدا
کوئی خدمت ہو تمہارا نام ہو سب سے بڑا	کوئی رشتہ ہو تمہارے دم سے اس میں ہو بقا
الغرض اس مطلبی دنیا میں خیرالناس ہو	اے مرے بچے، مرے لختِ جگر تم خاص ہو
تم احد کے معرکوں میں مثل طلحہ ہو نثار	تم ہر اک میدان میں بن جاؤ سیف ذوالفقار
تم بنو مقداد بن اسود بِلا سوچ و بچار	تم ہو سر تا پا خلافت کے غلاموں میں شمار
لاکھ آسائش ہو یا پھر غربت و افلاس ہو	اے مرے بچے، مرے لختِ جگر تم خاص ہو
چھوڑ دو ہر مصلحت، حکمِ خدا کے سامنے	سر جھکا دو مالک اَرض و سَما کے سامنے
ایک دن جانا ہے تم کو بھی خدا کے سامنے	"قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے"
وہ زمرد ہو کوئی موتی ہو یا الماس ہو	اے مرے بچے، مرے لخت جگر تم خاص ہو

(فرید احمد نوید۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا)